بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کتب شیعہ کی روشنی میں

خورشید ملت
ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری
سربراہ: ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور
خطیب و مفتی: مرکز اہلسنت ڈوگرکا باغ سیالکوٹ

انما ولدت له ابنان واربع بنات زینب و رقیّة وامّ کلثوم و فاطمة ۔

(الانوار النعمانية، سید نعمت اللّٰہ جزائری)

بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کتب شیعہ کی روشنی میں

تالیف

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ: ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور

خطیب ومفتی: مرکز اہل سنت (ڈونگا باغ) سیالکوٹ

ادارہ وحدتِ اسلامیہ

لاہور، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب .... بناتِ رسول کتبِ شیعہ کی روشنی میں

تالیف .... ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور پاکستان

ناشر .... قاری عابد حسین فریدی (۰۳۰۰-۴۱۳۱۱۰۶)

ناظم: ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور

تصحیح .... مولانا محمد فاروق شریف، حافظ محمد شہزاد ہاشمی

تعداد 1100

صفحات 216

اشاعت .... دسمبر 2011ء/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

قیمت .... 250 روپے

ملنے کے پتے:

☆......ضیاء القرآن پبلیکیشنز دربار مارکیٹ لاہور

☆......نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر 40، اردو بازار، لاہور

☆......مکتبہ فریدیہ، ساہیوال

☆......مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

☆......مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ غوثیہ بھاٹی گیٹ، لاہور

☆......جامعہ ابوبکر گلستان جوہر بلاک ۱۳ کراچی

☆......مرکز اہل سنت ڈونگا باغ سیالکوٹ

انما ولدت له ابنان وأربع بنات زینب و رقیّة وامّ کلثوم و فاطمة ۔

(الانوار النعمانية، سید نعمت اللّٰہ جزائری)

بناتِ رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم

کتب شیعہ کی روشنی میں

تالیف

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری

سربراہ: ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور

خطیب و مفتی: مرکز اہل سنت (ڈونگا باغ) سیالکوٹ

ادارہ وحدتِ اسلامیہ

لاہور، پاکستان

حُسنِ ترتیب

(بناتِ رسول ﷺ کتبِ شیعہ کی روشنی میں)

ھدیۂ تشکر

← استاذ العلماء فاضل شہیر حضرت علامہ مفتی محمد طاہر تبسم قادری مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، ناظم اعلیٰ ادارہ تعلیمات نبویہ بند روڈ لاہور

← جگر گوشہ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ صاحبزادہ غلام مرتضیٰ ہزاروی مدظلہ
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ نبی پورہ سرگودھا روڈ شیخوپورہ

← غازیٔ نشتر پارک، مجاہد ملت حضرت علامہ قاری محمد اشرف گورمانی مدظلہ
مہتمم اعلیٰ: جامعہ ابوبکر گلستان جوہر کراچی و صدر سنی علماء کونسل (سندھ)

← پیر طریقت، ابوالحسن پیر سید فدا حسین شاہ زنجانی القادری مدظلہ
زیب سجادہ آستانہ عالیہ زنجانیہ قادریہ فیضانِ سدرہ شریف چنوں موم سیالکوٹ

← پیر طریقت صاحبزادہ الحاج پیر سید محمد رضا شاہ بخاری مدظلہ
صوبائی نائب صدر: جماعت اہل سنت (جڑانوالہ)

← پیکر اخلاص و وفا الحاج میاں محمد صابر حسین صابر صاحب
سلطانی آلاسٹو پروڈیکٹس جڑانوالہ والا روڈ فیصل آباد

← مجاہد اہل سنت رائے صلاح الدین ایوبی کھرل صاحب
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (دانا آباد جڑانوالہ)

← خطیب اہل سنت علامہ شاہد محمود چشتی مدظلہ (خطیب اعظم پنڈی بھٹیاں)

← حضرت علامہ پیر محمد عبدالواحد ملتانی صاحب (خطیب چک نمبر ۲۸۲ ج ب جھنگ)

← خطیب لاثانی حضرت علامہ قاری محمد ذوالفقار حیدری مدظلہ (خطیب چونگی امرسدھو لاہور)

← سراپائے خلوص و محبت جناب ملک زاہد حسین صاحب (پاکیزہ سویٹس) نارووال

← ہمدردِ اہل سنت حاجی محمد حفیظ صاحب (کرول سمندری)

الاهداء

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، عارفِ حقانی، جگر گوشۂ شاہ لاثانی، ترجمانِ تعلیماتِ مجدد الف ثانی، افضل المشائخ

حضرت قبلہ پیر سید محمد افضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ لاثانیہ اکبریہ، علی پور شریف

جن کی میٹھی آواز، دھیمہ لہجہ اور زیرِ لب مسکراہٹ
ہمیشہ مایوس دلوں میں امید کے چراغ روشن کر دیتی تھی
جن کی اعلیٰ تربیت، حسنِ نظر اور پاکیزہ صحبت نے گلستان علی پور میں

حضرت صاحبزادہ الحاج پیر سید محمد مدثر حسین تنویر لاثانی مدظلہ

ایسا مہکتا ہوا پھول کھلایا جس کی خوشبو سے
ایک زمانہ مہک رہا ہے۔

خادم حسین خورشید الازہری

الانتساب

رئیس المدرسین، عمدۃ المحققین، قاسم فیضانِ فرید، جگر گوشۂ فاتح عیسائیت
فخر ملت اسلامیہ، ترجمان علمائے حق، پیر طریقت

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد مظہر فرید شاہ مدظلہ

نائب مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

کے نام

جن کی بے مثال شفقتوں اور لازوال محبتوں کو بندۂ ناچیز تادم آخر
فراموش نہیں کر سکے گا۔

خادم حسین خورشید الازہری

حدیثِ دل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ جل مجدہ الکریم کا ہم پر یہ خاص فضل وکرم اور احسان عظیم ہے کہ جس نے نبی آخر الزمان ﷺ کی امت ہونے کا شرف عطا کیا۔

جس کا ذکر قرآن مجید، فرقان حمید نے یوں فرمایا ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین ۔(آل عمران: ۱۶۴)

بے شک اللہ کا احسان ہوا مؤمنوں پر کہ ان میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ہم کچھ بھی نہ تھے حضور ﷺ کی بدولت بہت کچھ ہو گئے، ہم قابل ذکر تک نہ تھے حضور ﷺ کی برکت سے ہمارا تذکرہ تورات وانجیل کی زینت بن گیا، ہم مردہ تھے زندہ ہو گئے، اندھے تھے بینا ہو گئے، جاہل تھے عالم ہو گئے، اخلاق سے عاری تھے قرآن کے قاری ہو گئے، ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے باہم شیر وشکر ہو گئے، قتل وغارت پر فخر کرنے والے تھے رحماء بینھم کے تمغوں کے حامل بن گئے۔

سچ کہا کسی نے:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

قائد انسانیت ،فخر آدم ،امام المرسلین ،رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انسانیت کو اس اعزاز سے نوازا جس کی وہ مستحق تھی اور جو اس کا صحیح مقام ومنصب تھا۔

بلاشبہ ہر وہ چیز جس پر آج انسانی فکر فخر کر سکتی ہے وہ سب کی سب سیدہ آمنہ کے لعل کی مرہون منت ہے، حضور کی برکت سے ہمیں ہر ایک چیز بے مثال میسر آگئی ،معرفت خداوندی سے لے کر اولاد کی تعلیم وتربیت تک ہر ایک میں فیضانِ مصطفوی جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

آپ کی حیات طیبہ ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے، اسی میں ہی ہماری کامیابی اور نجات ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں سیرت پاک میں ہے کہ آپ ﷺ نے جس طرح اپنی اولاد پاک کی تربیت فرمائی آج ہمارے لئے وہ ہر پہلو بالخصوص بیٹیوں کے حوالے سے کامل نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔اللہ کریم کے محبوب ﷺ کی 4 صاحبزادیاں ہیں جن کی تربیت حضور ﷺ نے خود فرمائی حتی کہ آپ نے ان کے نکاح کر دیئے، حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوالعاص سے، حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا یکے بعد دیگرے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے۔

اسی لئے کریم آقا ﷺ کا فرمان مبارک بھی ہے:

جس نے اپنی تین بیٹیوں کی اچھی تربیت کر کے میری سنت کے مطابق نکاح کیا وہ میرے ساتھ ہوگا۔(بخاری شریف)

ہم اہل سنت وجماعت یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہمارے پیارے آقا و مولیٰ ﷺ کی 4 صاحبزادیاں ہیں۔حضرت سیدہ زینب ،حضرت سیدہ امّ کلثوم ،حضرت سیدہ رقیہ اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہن ۔

بعض لوگ ان کا بڑی شدت سے انکار کرتے ہیں، بلکہ اس پر مصر ہیں کہ صرف ایک

ہی بیٹی تھی، کچھ کا عقیدہ ہے کہ باقی بالکل تھیں ہی نہیں اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ اگر تھیں تو آپ کی اپنی بیٹیاں نہیں بلکہ لے پالک تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں پالا تھا جبکہ ان کا باپ کوئی اور تھا۔

جبکہ اسلامی تعلیمات اس پر بالکل واضح تصور بیان کر رہی ہیں اور قرآن مجید، فرقان حمید نے صحت نسب قائم رکھنے کی تاکید کی ہے۔ جو نبی مکرم، کائنات کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کیا معاذ اللہ اس پر خود عمل نہیں کر رہے۔؟

اسلام نے ہر اس تصور کو ختم کر دیا ہے جو انسانی فطرت کے منافی ہو۔ عہد جاہلیت میں لے پالک بیٹے اپنے اصل باپ کی بجائے پالنے والے باپ کی طرف منسوب کیے جاتے تھے اور دیگر مذاہب میں بھی یہی تصور تھا جیسا کہ ہندوازم میں نیوگ کی راہ سے کسی کی اولاد کو کسی کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔

دین اسلام نے جو بہت سی برائیاں معاشرے سے دور کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله فان لم تعلموا اباء هم فاخوانكم في الدين ومواليكم وليس عليكم جناح فيما اخطاتم به ولكن مّا تعمدت قلوبكم وكان الله غفورا رحيما۔ (الاحزاب: ۵)

منہ بولے بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ اللہ کے نزدیک بہت انصاف کی بات ہے پس اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم نہ ہو تو وہ دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور اگر تم نے غلطی سے بلا ارادہ کیا ہے تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں ہے لیکن تم نے عمداً کیا ہے (تو اس پر گرفت ہوگی) اور اللہ بہت بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ہم ان کو حضرت زید بن محمد کہتے، حتی کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۴۷۸۲۔مسلم شریف حدیث نمبر ۲۴۲۵)

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اپنی مشہور زمانہ تصنیف عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں جو شخص کسی کو اپنا بیٹا بنالیتا تھا تو لوگ اس کو اسی شخص کی طرف منسوب کر کے پکارتے تھے اور وہ اس شخص کا وارث ہوتا تھا حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(عمدۃ القاری دار الکتب العلمیۃ بیروت ص:۱۶۵)

زمانہ جہالت میں یہ معمول تھا کہ جب کسی شخص کو کوئی بچہ پسند آتا تو وہ اس کو اپنا بیٹا قرار دیتا اور اس کو اپنے مال کا وارث قرار دیتا اور لوگ اس لڑکے کو اس شخص کا بیٹا کہنا شروع ہو جاتے۔

دین اسلام نے اس رواج کو منسوخ کر دیا اور یہ ہدایت فرمائی کہ ہر شخص کی نسبت اس کے اصل باپ کی طرف کی جائے۔

نسب کا معنی

امام العصر علامہ جمال الدین بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ اپنی مشہور زمانہ کتاب لسان العرب میں فرماتے ہیں:

نسب کا رشتہ انسان کے باپ کی طرف سے قائم ہوتا ہے۔

(لسان العرب مطبوعہ ادب الحوزہ ایران ۷۵۵/۱)

اور عالم اسلام کے عظیم فقیہ علامہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی نسب کے حوالے سے فرماتے ہیں:

بچہ کا اپنی ماں سے نسب ہر حال میں ثابت ہوتا ہے خواہ ولادت شرعی ہو یا غیر شرعی ہو اور اس کا اپنے باپ سے نسب اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب اس کا نکاح بچہ کی ماں سے ثابت ہو خواہ نکاح صحیح ہو یا نکاح فاسد ہو یا اس عورت کے ساتھ وطی بالشبہ ہو یا وہ اس بچہ کے ساتھ نسب کا اقرار کرے، زمانہ جاہلیت میں زنا کے سبب سے جو نسب ثابت ہو جاتا تھا اس کو اسلام نے باطل کر دیا ہے۔ قائد المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے کنکر

(پتھر) ہیں۔ (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۲۲۷۴۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۰۰۷)

اور زنا اثبات نسب کی صلاحیت نہیں رکھتا اور زانی صرف رجم کیے جانے کا مستحق ہے۔

ظاہر حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بچہ باپ کے ساتھ اس وقت لاحق کیا جائے گا جب اس کا اپنی بیوی کے ساتھ وطی کرنا ممکن ہو خواہ وہ نکاح صحیح ہو یا فاسد ہو، یہ جمہور کی رائے ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی رائے ہے کہ محض عقد نکاح سے بھی نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ صرف وطی کا ظن بھی ثبوت نسب کے لئے کافی ہے۔

(الفقہ الاسلامی ۶۷۵/۷ دارالفکر بیروت)

نسب کے معنی اور مفہوم جاننے کے بعد یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ حکم صرف مردوں کے لئے نہیں کہ ان کا نسب مشتبہ رہے بلکہ عورتوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے کہ انہیں اصل باپ کی بجائے کسی اور باپ کی طرف منسوب نہ کرو۔ قرآن مجید، فرقان حمید کے ایسے احکام اپنے عموم میں عورتوں کو شامل ہیں۔

عرب لوگ قبائل کے امتیاز میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں اس جذبہ میں بھی اسلام نے اس اصولی دعوت کے بعد اور نکھار پیدا کیا چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۶۷۶۶ سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۵۱۱۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے خود کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مولیٰ کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہیں فرمائے گا۔

(مسلم شریف حدیث نمبر ۱۳۷۰، ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۱۲۰، ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۷۱۲)

دین اسلام کے اسی پاکیزہ معاشرہ میں اہل بیت رسالت نے پرورش پائی تھی دین فطرت کی آواز بناتِ رسول حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ رقیہ، حضرت سیدہ ام کلثوم، کے کانوں میں بھی ضرور پہنچی ہوگی۔ انہیں بنات رسول کہنے والے ان کے بارے میں اسلام کے اس اساسی حکم سے ہٹ کر کوئی دوسرا فیصلہ نہ کر سکتے تھے اور نہ ہی ان کے بارے میں تاریخ کوئی اور فیصلہ دے سکتی تھی ۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ بیٹیاں کسی اور کی ہوں اور کہلائیں رسالتمآب کی شہزادیاں، اور پھر سرکار دوعالم ﷺ بھی اسی عنوان کی پذیرائی فرماتے رہیں۔ دین اسلام کے اس اعلان کے بعد اگر زید بن حارثہ حضور سے منسوب نہیں ہوسکتے تو کسی اور کی بیٹیاں حضور سرور کائنات ﷺ کی طرف کیسے منسوب ہوتیں رہیں ؟۔

قرآن مجید، فرقان حمید اور فرامین مصطفیٰ ﷺ کی واضح روشنی میں یہ محال ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ، ازواج رسول اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ان لے پالک بیٹیوں کو سرکار دوعالم ﷺ کی بیٹیاں کہتے رہیں، اور کائنات عالم کو ہدایت وعلم کا نور بانٹنے والا انسان کامل خود اپنے گھر میں دین فطرت کو عمل میں نہ لاسکے ۔(معاذ اللہ) دریں کتاب ''بنات رسول کتب شیعہ کی روشنی'' میں ہم نے اس بات کا انکار کرنے والے (شیعہ حضرات) کی کتب کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی چار صاجزادیاں ہیں۔ تاکہ ہماری نئی نسل اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہوسکے۔ اور حقائق تک پہنچ سکے ۔اور شاید اللہ کریم انہیں اور ان کی نئی نسل کو وہ صراط مستقیم عطا فرمائے جو ہمارے بزرگوں نے دن رات کی محنت اور اخلاص سے ہمیں دکھائی ہے۔ آج کل امت مسلمہ جن مسائل میں گھری ہوئی ہے ہر شخص اپنی خود ساختہ تحقیق پیش کر کے قوم کو تقسیم کرنے کی کوشش میں مصروف ہے ہم اس شوروغل میں یہ صدائے حق بلند کر رہے ہیں کہ آیئے نور حق کی طرف، ہم جہالت کے ماحول سے نکلنے اور دہشت گردی وفرقہ واریت، قتل وغارت کے

بازار سے نوجوانوں کو نکالنے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ادارہ وحدت اسلامیہ اسی نظریہ پر کام کررہا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری نوجوان نسل کو دین اسلام کی صحیح پہچان عطا فرمائے اور ہادی سبل، ختم الرسل، مولائے کل جناب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل پاک اور آپ کے مخلص جانثار اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیمات، تابعین تبع تابعین اور اولیائے کاملین کے ارشادات کے مطابق زندگی گزارنے اور قرآن وحدیث واجماع امت پر قائم رہنے کی توفیق رحمت فرمائے۔

آخر میں ان سب احباب کا شکر گزار ہوں جن کی محبت اور خلوص نے مجھے ہمیشہ حوصلہ دیا کہ دن رات کی تبلیغی مصروفیات کے باوجود میں اس قابل ہوا کہ اپنی کج فہمی، کم علمی کا احساس کرتے ہوئے اپنے خیالات کو صفحہ قرطاس پر درج کرسکوں۔بالخصوص جامعہ نظامیہ رضویہ کی مرکزی لائبریری کے انچارج حضرت علامہ مولانا حافظ محمد شہزاد ہاشمی صاحب مدظلہ جنہوں نے نہ صرف کتب تک رسائی عطا کی بلکہ حوالہ جات میں بھی معاونت فرمائی۔خالق ارض وسما، سب احباب کو جزائے خیر اور دارین کی سعادتیں عطا فرمائے ۔آمین

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

خادم دین مصطفیٰ ﷺ خاکپائے علمائے حق
ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازھری

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

بناتِ رسول اکرم ﷺ اور قرآن کریم

بناتِ اربعہ (یعنی چار صاحبزادیاں) کے مسئلہ میں بنیادی استدلال قرآن مجید سے کیا جاتا ہے، جیسا کہ پردے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

یاایها النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن۔ (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے محبوب! آپ اپنی عورتوں، اپنی بیٹیوں، مسلمان عورتوں کو فرما دیجئے کہ لٹکا لیں اپنے اوپر اپنی چادریں۔

پردہ کا حکم آپ ﷺ کی جمیع ازواج مطہرات، آپ کی سب صاحبزادیوں اور اہل اسلام کی تمام خواتین کیلئے ہے قرآن مجید کی یہ صریح عبارت بتلا رہی ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آپ ﷺ کی صاحبزادیاں زیادہ ہیں نہ کہ صرف ایک۔ اسی طرح مسلمان عورتیں بھی بے شمار ہیں۔

عبارۃ النص کو چھوڑ کر اس مسئلہ میں تاویل وتوجیہ کرنا قرآن مجید کے واضح مضمون کا صاف انکار ہے جو کہ مسلمان کے لئے جائز نہیں۔

آیت مذکورہ میں ''ازواج وبنات'' اور نساء تینوں صیغے جمع کے ذکر کئے گئے ہیں اور جمع کے معنی میں ہی یہاں مستعمل ہیں۔ اگر ان تینوں میں سے ایک مثلاً ''بنات'' کو واحد کے معنی میں مراد لیا جائے اور تعظیماً جمع کی تاویل مفرد سے کر دی جائے تو اس تاویل کی بنا پر کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی زوجہ محترمہ بھی ایک ہی تھی اور قرآن میں جہاں جمع کے صیغے کے ساتھ ازواج کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً ''وازواجه امهاتهم'' اور ''قل لازواجك'' وغیرہ ان مقامات میں ایک زوجہ مراد

ہے اور جمع کا صیغہ تعظیماً وارد ہوا ہے۔اس کا یہ استدلال جس طرح سو فیصد غلط ہے، اسی طرح بنات طیبات کے حق میں آیت مذکورہ سے ایک دختر کی تاویل کرنا اور جمع کے صیغہ کو تعظیماً واحد بنانا بھی صحیح نہیں۔

بعض مقامات پر جہاں جمع کو واحد کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے وہاں دوسرے قرائن اس کے مؤید و معاون ہوتے ہیں تب وہاں تاویل درست ہوتی ہے مگر یہ صورت حال یہاں نہیں ہے اور اس نوع کے قرائن یہاں مفقود ہیں بلکہ یہ تاویل یہاں احادیث صحیحہ، اسلامی تاریخ اور انساب وغیرہ سب کے خلاف ہے۔

عقیدۂ اہل سنت بمطابق قرآن وحدیث ہے

اہل سنت و جماعت قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کریمہ کے پیش نظر حضور ﷺ کی چار شہزادیوں کا وجود تسلیم کرتے ہیں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سرکار نبی کریم ﷺ کا داماد مانتے ہیں جیسا کہ مجدد دین وملت امام اہل سنت شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذو النورین جوڑا نور کا

ثابت ہوا اہل سنت و جماعت کا عقیدۂ بنات اربعہ بالکل درست اور قرآن کریم کے مطابق ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے چیلنج نہیں کر سکتی اور غلط ثابت نہیں کر سکتی۔

مناظر اہل سنت علامہ محمد عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کی بے مثال وضاحت

مناظر اہل سنت علامہ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی وضاحت میں رقم فرماتے ہیں:

ا......اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) تین اقسام کی عورتوں کا ذکر فرمایا اور تینوں پر لفظ

جمع استعمال فرمایا۔(۱)ازواج،(۲)بنات،(۳)نساء المؤمنین۔ان تینوں میں سے کسی لفظ میں واحد کا شائبہ ہی نہیں بنت کا لفظ واحد کہاں سے لاؤ گے؟

۲......بنات کا لفظ حقیقی بیٹیوں پر استعمال ہوتا ہے سوتیلی بیٹیوں پر نہیں ہوتا۔

۳......بنات کی اضافت اللہ تعالیٰ نے "ک" خطاب کی طرف فرمادی تاکہ مصطفیٰ ﷺ کی خصوصیت ثابت ہوجائے اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پچھلی لڑکیاں ہوتیں تو "بنات زوجك ہوتا وبناتك میں"ک" اضافی نے مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں ثابت کردیں۔

(مقیاس خلافت ۳۰۷/۱)

امیرِ تحریکِ ختمِ نبوت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ کی لاجواب وضاحت

مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فی الایۃ ردّ علی من زعم من الشیعۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام لم یکن لہ من البنات الا فاطمۃ صلی اللہ تعالی علی ابیھا وعلیھا وسلّم و امّا رقیۃ وامّ کلثوم فربیبتاہ علیہ السلام۔

اس آیت کریمہ میں شیعوں کے اس زعم باطل کا بھی رد ہے جو وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادیاں نہ تھیں سوا حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اور حضرت رقیہ وامّ کلثوم یہ دونوں ربیبہ تھیں۔

یعنی حضور ﷺ کی زوجہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلے خاوندوں کی بیٹیاں لائیں تھیں۔

تو آیت کریمہ میں یایھا النبی قل لازواجك وبناتك کیوں فرمایا وبنتك فرمانا تھا۔

اور بنات کے بعد عامہ مؤمنین کی خواتین کے لئے ونساء المؤمنین ارشاد ہوا۔
تو ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی متعدد صاحبزادیاں تھیں کم از کم تین ضرور تھیں اس لئے کہ جمع مافوق الاثنین پر آتی ہے تو ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کا خیال غلط ہے بلکہ بنات النبی تین تھیں سیدہ زہراء، سیدہ رقیہ، سیدہ امّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(تفسیر الحسنات ۲۱۳/۵)

علیٰ ہذا القیاس تمام مفسرین کرام نے بنات کے لفظ سے حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں تحریر کی ہیں۔
ان روشن تصریحات کے باوجود جولوگ سید عالم ﷺ کی تین صاحبزادیوں کا انکار کرتے ہیں خاندان نبوت سے ان کی بے مہری اور بے مروتی محتاجِ بیان نہیں۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

اصل موضوع پر گفتگو سے قبل ہم اختصار کے ساتھ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حالات بیان کریں گے کیونکہ نبی مکرم ﷺ کی تمام اولاد ماسوائے آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک بطن سے متولد ہوئی آپ کے حالات میں ہم آپ کی دینی خدمات کا بھی اجمالاً جائزہ لیں گے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آقا کریم علیہ السلام کی پہلی ملاقات ۲۵ سال کی عمر میں اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ حضرت خدیجہ کا سامان تجارت لے کر ملک شام گئے۔ اَب آپ اس مبارک سفر کی روئداد کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کی تازگی کا سامان کیجئے۔

نبی کریم ﷺ کا ملک شام کا دوسرا سفر

جان دو عالم ﷺ پچیس سال کی عمر میں دوبارہ شام تشریف لے گئے اس سے پہلے ایک دفعہ آپ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ ملک شام میں بغرض تجارت تشریف لے جا چکے تھے۔

اس سفر کی ضرورت یوں پیش آئی کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام جانے کے لئے تیار ہوا۔ ابو طالب یوں بھی قلیل المال تھے۔ مگر ان دنوں کچھ زیادہ ہی ہاتھ تنگ تھا اس لئے وہ آقا کریم ﷺ سے کہنے لگے:

> بھتیجے! میں تنگدست آدمی ہوں۔ خصوصاً یہ دور شدید مشکل کا ہے، مسلسل کئی سال سے میری مالی حالت دگرگوں ہے، کسی طرف سے امداد و تعاون کی بھی امید نہیں اور آمدن کا بھی کوئی معقول ذریعہ نہیں۔
>
> اتفاق سے تمہاری قوم کے کچھ افراد بغرض تجارت شام جانے کے لئے تیار ہیں خدیجہ بنت خویلد کا معمول ہے کہ جب قافلہ روانہ ہوتا ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی آدمی کو تجارتی

سامان دے کر بھیجتی ہیں۔ اور اس کام کے عوض معقول معاوضہ ادا کرتی ہیں اگر تم آمادہ ہو تو اس سے بات کی جائے وہ کسی اور کو بھیجنے کی بہ نسبت تمہیں بھیجنا زیادہ پسند کرے گی ، کیونکہ اس کو تمہاری طہارت اور پاکیزگی کا اچھی طرح علم ہے۔

بھتیجے! اگر چہ تمہیں شام بھیجتے ہوئے مجھ ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہودی تمہیں کوئی گزند نہ پہنچائیں۔ مگر کیا کروں، مجبور ہوں۔"

سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہوسکتا ہے وہ خود ہی اس سلسلے میں رابطہ قائم کر لے۔

(زرقانی ۱/۲۳۸،السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۴۷)

مگر ابوطالب کو خطرہ تھا کہ سیدہ خدیجہ طاہرہ کسی اور کو اس کام کے لئے نہ منتخب کر لیں اس لئے خود ہی جا کر ان سے بات چیت کی۔ اور انہیں بتایا کہ بغرض تجارت بھیجنے کے لئے اگر کسی آدمی کی تلاش ہو تو میرا بھتیجا اس کام کے لئے آمادہ ہے۔ البتہ میں نے سنا ہے کہ اس سے پہلے فلاں آدمی کو اس کام کے عوض صرف دو اونٹ دیئے گئے تھے۔

اگر محمد (ﷺ) کو چار دینے کا وعدہ کیا جائے تو میں انہیں بھیج دوں گا۔

اس خوش بخت خاتون کو اور کیا چاہیے تھا، جان دو عالم جیسا امین ان کے لئے تجارت کرنے پر رضامند تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا:

ابوطالب! یہ مطالبہ تو آپ نے ایک قریبی اور پسندیدہ شخصیت کے لئے کیا ہے حالانکہ آپ اگر کسی ناپسندیدہ اجنبی کے لئے یہ مطالبہ کرتے تو میں پھر بھی آپ کی بات نہ ٹالتی۔

(السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۵۰، طبقات ابن سعد ۱/۸۳)

معاملہ طے ہو گیا اور جب آقا کریم ﷺ قافلے کے ہمراہ روانہ ہونے لگے تو خدیجہ طاہرہ نے اپنا ایک غلام میسرہ بھی خدمت گزاری کے لئے ساتھ کر دیا تاکہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

اونٹوں کی سستی اور دست نبوت کی برکت

سفر کے دوران ایک دن خدیجہ طاہرہ کے دو اونٹ تھک کر سست ہو گئے اور قافلے

کی رفتار کا ساتھ دینے کے قابل نہ رہے، اس وقت آقا کریم ﷺ قافلے کے اگلے حصے میں تھے، میسرہ نے آگے بڑھ کر آپ کو مطلع کیا کہ دو اونٹ ناکارہ ہوتے جا رہے ہیں اور خطرہ ہے کہ کہیں پیچھے نہ رہ جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے پیچھے آ کر سست ہو جانے والے اونٹوں کی ٹانگوں پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کی سستی یک لخت کافور ہو گئی اور وہ تمام اونٹوں سے زیادہ تیز رفتار ہو گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ ۱/۱۵۰، الآثار المحمدیہ ص:۱۲۰)

نسطورا راہب، حضور ﷺ کے قدموں میں

مشہور نصرانی راہب نسطورا کے گرجے کے پاس قافلے نے پڑاؤ کیا، تو نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے، نسطورا نے آپ کو وہاں بیٹھے دیکھا تو میسرہ کو بلایا چونکہ میسرہ اس راستے پر اکثر سفر کرتا تھا، اس لئے نسطورا اس سے متعارف تھا، میسرہ اس کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ وہ درخت کے نیچے جو شخص بیٹھے ہیں وہ کون ہیں؟

''خاندانِ قریش کے ایک فرد ہیں''۔ میسرہ نے جواب دیا۔

کیا ان کی آنکھوں میں سرخی رہتی ہے؟

ہاں! ہمہ وقت، میسرہ نے جواب دیا۔

بلاشبہ یہ وہی ہیں ...... آخر الانبیاء، ہمیں عیسیٰ علیہ السلام نے بتا رکھا ہے کہ ایک دن اس درخت کے نیچے ایک نبی آ کر بیٹھیں گے کاش میں اس وقت تک زندہ رہوں جب یہ نبوت سے سرفراز ہوں گے۔

(زرقانی ۱/۲۳۹، طبقات ابن سعد ۱/۱۰۱)

پھر نسطورا آپ کے پاس آیا، اور قدم بوس ہوا پھر مہر نبوت کو چوما اور کہا:

اشهد انك رسول الله النبی الامی الذی بشر به عیسی علیه

السلام۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں وہ نبی امی جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے کر گئے ہیں۔

(السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۴۸، زرقانی ۱/۱۳۹)

غیر معمولی منافع

بصریٰ کے بازار میں آپ نے ساتھ لائے ہوئے سامان کو فروخت کیا اس تجارت میں اتنا نفع ہوا کہ میسرہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا:

میں مدت سے اپنی مالکہ کے لئے تجارت کر رہا ہوں مگر اتنا نفع ہمیں آج تک نہیں ہوا۔ (السیرۃ الحلبیۃ ۱/۱۵۰)

دھوپ میں فرشتوں کا آپ پر سایہ کرنا

اس سفر میں میسرہ نے رحمتعالم ﷺ کی یہ کرامت بھی دیکھی کہ جب گرمی سخت ہوجاتی اور دھوپ کی تمازت نا قابلِ برداشت ہوجاتی، تو آپ پر فرشتے سایہ کردیتے ۔ (زرقانی ۱/۲۴۰، طبقات ابن سعد ۱/۱۰۲)

سفرتجارت سے واپسی

اس تجارتی سفر سے نبی کریم ﷺ کامیاب وکامران لوٹے۔ واپس آکر میسرہ نے سفر کے دوران پیش آنے والے حیرت انگیز واقعات اپنی مالکہ کے گوش گذار کئے تو وہ بہت متاثر ہوئیں اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں طے شدہ معاوضے سے دگنا پیش کیا۔

(زرقانی ۲/۲۴۰، طبقات ابن سعد ۱/۱۰۲)

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

سوانح امّ المؤمنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم ﷺ کی پہلی رفیقہ حیات سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ والدہ کا نام زائدہ اور والد کا نام خویلد تھا جو قبیلہ بنی اسد کے ایک معزز شخص تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے شریف النفس اور عالی ہمت تھیں۔ بڑی ہوئیں تو اعلیٰ کردار اور پاکیزہ اخلاق کی وجہ سے طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ والد تجارت کرتے تھے اور خاصے آسودہ حال تھے۔ ان کی وفات کے بعد کاروبار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں آ گیا اور انہوں نے اس کو خوب ترقی دی۔ چونکہ اہل مکہ کی زیادہ تر تجارت شام کے ساتھ تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خاتونِ خانہ ہونے کی وجہ سے قافلوں کے ساتھ طویل سفر نہیں کر سکتی تھیں اس لئے کسی قابل اعتماد شخص کو منافع میں حصہ دار بنا کر اپنے سامانِ تجارت کے ساتھ قافلے کے ہمراہ بھیج دیتی تھیں۔ اب اسے ان کی خوش قسمتی کہئے یا غیر معمولی سوجھ بوجھ کہ اس طرح کاروبار خوب چل نکلا اور وہ مکہ کی خوشحال ترین خاتون بن گئیں۔

ان کی پہلی شادی ابو ہالہ تمیمی کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ ہند[1]، اور ہالہ۔ [2]تمیمی کی وفات کے بعد دوسری شادی عتیق بن عائذ سے ہوئی اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ اس کا نام بھی ہند[1] تھا۔

(۱) یہ بہت ہی فصیح و بلیغ شخص ہوئے ہیں، جان دو عالم ﷺ کا حلیہ مبارک۔

پوری تفصیل کے ساتھ انہوں نے ہی بیان کیا ہے اکثر کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ میرے باپ ہیں، خدیجہ میری ماں ہیں، قاسم (سید عالم ﷺ کے صاحبزادے) میرا بھائی ہے اور فاطمہ میری بہن۔ اس لئے ماں باپ اور بھائی بہنوں کے لحاظ سے میں معزز ترین آدمی ہوں۔

(الزرقانی ۱/۲۴۰)

(۲) یہ بھی صحابی ہیں۔ رحمت عالم ﷺ کو ان سے بہت پیار تھا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جان دو عالم ﷺ سے ملنے آئے۔ جان دو عالم ﷺ اس وقت آرام فرما رہے تھے، مگر ان کی آواز جب گوش مبارک میں پہنچی تو بے تابانہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو سینے سے چمٹا کر مسرت بھرے لہجہ میں گویا ہوئے۔

”ہالہ!...... ہالہ!...... ہالہ!“۔

(الاصابہ ۳/۵۹۴)

عتیق کی وفات سے دوبارہ بیوہ ہوگئیں تو قریش کے متعدد رؤساء نے ان سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اس سلسلے میں کافی جد وجہد کی مگر وہ آمادہ نہ ہوئیں، دراصل اب وہ اس نبی کی منتظر تھیں جس کی پیشین گوئی ایک یہودی عالم نے کی تھی۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ عرب میں قریش کی عورتوں کا ایک میلہ لگا کرتا تھا۔ اس میلے میں ایک دفعہ سیدہ خدیجہ طاہرہ بھی شامل تھیں کہ ایک یہودی منجم آیا اور عورتوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

اے قریشی عورتو! عنقریب یہاں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اس کی منکوحہ بن سکے تو اسے چاہیے کہ اس سلسلے میں ضرور کوشش کرے۔

باقی عورتوں نے تو اس کی پیشین گوئی کو کچھ اہمیت نہ دی، الٹا اسے برا بھلا کہا لیکن خدیجہ طاہرہ کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ پھر جب میسرہ کی زبانی انہیں سفر شام کے دوران پیش آنے والے محیر العقول حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے کہا:

ان کان ماقال الیھودی حقا ماذاك الا ھذا۔

اگر یہودی کی بات سچی ہے تو وہ شخص یہی (محمد ﷺ) ہے۔

(زرقانی ۲۴۲/۱، السیرۃ الحلبیۃ ۱۵۵/۱)

رفاقت کی آرزو

اگرچہ رسم دنیا یہی ہے کہ شادی کا پیغام لڑکے والوں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے لیکن چونکہ خدیجہ طاہرہ کو یقین ہو گیا تھا کہ نبی منتظر یہی ہیں اس لئے انہوں نے اس سعادت کے حصول میں تاخیر کرنا مناسب نہ سمجھا اور خود ہی کوشش شروع کر دی۔

سب سے پہلے انہوں نے حضور ﷺ کی مرضی دریافت کرنے کے لئے اپنی ایک ہم راز سہیلی نفیسہ بنت منیہ کو کہا کہ وہ کسی طرح حضور ﷺ کی رائے اس بارے میں معلوم کرے۔ یہ واقعہ نفیسہ کی زبانی سنئے۔ نفیسہ نے کہا:

خدیجہ ایک عقل مند، بہادر اور شریف النفس خاتون تھیں، نسب میں اعلیٰ، شرافت میں ارفع، مال و ثروت میں سب سے زیادہ، ساری قوم کے شرفاء ان سے نکاح کرنے کے لئے بے قرار تھے اگر ان کا بس چلتا، سب نے کوشش کی لیکن بے سود۔ نفیسہ کہتی ہے جب حضور سفر شام سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ نے مجھے مامور کیا کہ میں حضور کی رائے دریافت کروں۔ چنانچہ میں آپ کے پاس گئی اور پوچھا۔ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: میرے پاس

سرمایہ نہیں جس سے شادی کا فریضہ ادا کرسکوں۔ میں نے کہا آپ اس کی پرواہ نہ کریں اس کی میں ذمہ دار ہوں۔ اگر آپ کو جمال، شرف اور خوش حالی کی طرف دعوت دی جائے تو کیا آپ اسے قبول نہیں فرمائیں گے پوچھا کون؟ میں نے کہا "خدیجہ" حضور ﷺ نے فرمایا: میرے لئے یہ کیوں کر ممکن ہے۔؟ یہ جواب سن کر میں خوشی خوشی خدیجہ کے پاس گئی اور جا کر سارا ماجرا کہہ سنایا انہوں نے حضور ﷺ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی حضور ﷺ تشریف لے گئے بات چیت ہوئی تو انہیں یقین ہوگیا کہ حضور ﷺ ان کی درخواست کو مسترد نہیں کریں گے۔

آقا کریم ﷺ کا شادی کے لئے رضامند ہونا

اس موقع پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی، اے میرے چچازاد! میں اس لئے تم میں رغبت رکھتی ہوں کہ رشتہ میں تم میرے قریبی ہو۔ اپنی قوم میں تمہاری شان بلند ہے۔ امانت، حسن خلق، صدق مقال آپ کی خصوصی صفات ہیں جب انہوں نے ادب واحترام کے ساتھ اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے اسے قبول کیا۔ یہ منگنی تھی۔ عقد نکاح نہ تھا۔ اس باہمی رضامندی کے باعث حضرت خدیجہ نے عرض کی کہ اب آپ اپنے چچا جان کے پاس تشریف لے جائیں اور کل سویرے انہیں ہمارے ہاں بھیجیں۔ دوسرے روز حضرت ابوطالب، حضرت خدیجہ کے ہاں گئے حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ میرے چچا کے پاس جائیں اور اپنے بھتیجے کے لئے میرا رشتہ طلب کریں۔ جناب ابوطالب نے اس پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا اور فرمایا: ھذا صنع اللہ، یہ قدرت الٰہی کا کرشمہ ہے۔ اس طرح دولہا اور دلہن کے بزرگوں کی منظوری سے منگنی انجام پذیر ہوئی اور نکاح کے لئے تاریخ مقرر ہوئی۔

حضور ﷺ کے وکیل اور نکاح خواں جناب ابوطالب

مقررہ تاریخ پر قبیلہ مضر کے رؤساء مکہ کے شرفاء اور امراء اکٹھے ہوئے۔حضرت خدیجہ کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے جناب ابوطالب نے حضور ﷺ کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔آپ نے اس وقت ایک فصیح و بلیغ خطبہ نکاح ارشاد فرمایا۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم وزرع اسماعیل وضنضئ معد وعنصر مضر ، وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد بن عبدالله (ﷺ) لایوزن برجل الا رجح به وان کان فی المال قلا وان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد (ﷺ)من قد عرفتم قرابته وقد خطب خدیجة بنت خویلد ـوقد بذل لها من الصداق ما أجله وعاجله اثنتا عشرة اوقیة ذهبا ونشا وهو والله بعد هذا له نبأ عظیم وخطر جلیل ـ

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کی کھیتی سے معد کی نسل سے اور مضر کی اصل سے پیدا فرمایا۔نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر فرمایا۔

حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہے۔اس کا دنیا کے جس بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا اس کا پلڑا بھاری ہوگا۔

اگر یہ مالدار نہیں تو کیا ہوا مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ ہے اور بدل جانے والی چیز ہے۔ اور محمد (ﷺ) جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو اس نے خدیجہ بنت خویلد کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر مقرر کیا ہے۔ اور بخدا مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہوگی اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہوگی۔
(خاتم النبیین از امام ابوزھرہ ۱/۱۶۲)

ورقہ بن نوفل کا جوابی خطبہ پڑھنا

جناب ابوطالب کے اس خطبہ کے بعد ورقہ بن نوفل کھڑے ہوئے جو حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے اور جوابی خطبہ دیا۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمیں ان عزتوں اور انعامات سے نوازا، جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور ہمیں وہ فضیلتیں بخشیں جن کو آپ نے گنا ہے۔ پس ہم سارے عرب کے سردار اور راہبر ہیں اور تم بھی ان صفات سے متصف ہو۔ قبیلہ کا کوئی فرد ان کا انکار نہیں کرتا اور کوئی شخص تمہاری فضیلت کو رد نہیں کرتا۔ ہم اپنا تعلق تم سے استوار کرنے میں بڑا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اے خاندانِ قریش کے سردارو! گواہ رہو۔ میں نے خدیجہ دختر خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ کے ساتھ کر دیا ہے۔

جناب ابوطالب گویا ہوئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کار خیر میں اے ورقہ خدیجہ کے چچا بھی شریک ہوں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بولے:

اشهدوا یا معاشر قریش انی قد انکحت محمد بن عبدالله (ﷺ) خديجة بنت خويلد وشهد على ذلك صناديد قريش۔

اے قبائل قریش! گواہ رہنا میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ

(ﷺ) کے ساتھ کر دیا ہے اور اس پر قریش کے سردار گواہ ہیں۔

ہادی انس و جان ﷺ کی یہ پہلی شادی مبارک تھی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ انجام پذیر ہوئی اور قیامت تک امت کے لئے ان گنت خیرات و برکات کا سرچشمہ بنی۔ اس وقت حضور ﷺ کا عنفوان شباب تھا۔ عمر مبارک پچیس سال تھی۔ اور سیدہ خدیجہ کی عمر چالیس سال اور اس سے پہلے وہ دو بار بیوہ ہو چکی تھیں۔

یہاں ایک روایت کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ اس سے جو غلط فہمی پیدا کی جا سکتی ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔

سیدہ خدیجہ سے حضور ﷺ کے نکاح کا واقعہ معتبر کتب سیرت و تاریخ کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں وہاں یہ وضاحت سے بتا دیا گیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے ان کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔ کیونکہ ان کے والد خویلد، حرب فجار سے بھی پہلے وفات پا چکے تھے۔

لیکن ابن اسحاق کے حوالہ سے ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ زندہ تھے نکاح کی تقریب سے پہلے انہیں شراب پلادی گئی۔ وہ مدہوش ہو گئے اس حالت میں ان سے نکاح کی اجازت لی گئی نکاح کے بعد انہیں نیا لباس پہنایا گیا اور کستوری لگائی گئی جب انہیں ہوش آیا تو پوچھا۔

ما ھذا العقیر وما ھذا العبیر وما ھذا الحبیر قالت زوجتنی محمد بن عبداللہ قال ما فعلت انی افعل قد خطبکِ اکابر قریش فلم افعل۔

یہ شور وغوغا کیسا ہے؟ یہ خوشبو کس نے لگائی ہے یہ زرق برق لباس مجھے کس نے پہنایا ہے۔؟ حضرت خدیجہ نے جواب دیا آپ نے میری شادی محمد بن عبداللہ (فداہ ابی وامی) کے ساتھ کر دی ہے۔ اس خوشی میں یہ سب کچھ ہے۔ خویلد کہنے لگے میں نے نہیں کی اور میں کر بھی کیسے سکتا ہوں جب کہ بڑے بڑے اکابر قریش کی درخواست کو میں نے مسترد کر دیا ہے۔

ابن اسحاق کی مذکورہ روایت قابل قبول نہیں

امام ابن جریر طبری یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال الواقدی هذا غلط ۔

واقدی نے کہا ہے کہ یہ روایت غلط ہے۔

جو روایت صحیح سند کے ساتھ مروی ہے وہ یہ ہے کہ نکاح عمرو بن اسد نے پڑھایا اور خویلد (باپ) تو حرب فجار سے کئی سال پہلے فوت ہو چکے تھے۔ اس صحیح روایت کی امام طبری نے متعدد صحیح سندیں تحریر کی ہیں۔

۱...... بواسطہ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ

۲...... بواسطہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۳...... بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

یہی مروی ہے:

ان عمها عمرو بن اسد زوجها رسول الله ﷺ و اباها مات قبل حرب الفجار۔

(تاریخ طبری ۱/۱۹۷)

حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کیا حضرت خدیجہ کے والد حرب فجار سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

اس صحیح روایت کے علاوہ درایت بھی ابن اسحاق کی اس روایت کی تصدیق نہیں کرتی ۔حضور ﷺ کی ذات والا صفات ظاہری حسن و جمال نیز اپنے معنوی محامد و کمالات کے باعث سارے اہل مکہ کی آنکھوں کا تارا بنی ہوئی تھی۔ جس گلی سے گزر جاتے دیدہ و دل ان کے قدموں میں از خود بچھتے چلے جاتے ۔ان کی امانت وصداقت کی صفات سے اپنے اور بیگانے اتنے متاثر تھے کہ سب آپ کو الامین اور الصادق کے لقب سے پکارا کرتے ۔کسی بڑے سے بڑے رئیس کو بھی اگر حضور ﷺ اپنے داماد ہونے کے شرف سے مشرف فرماتے تو وہ اس کو اپنے لئے بہت بڑا اعزاز تصور کرتا۔خویلد اگر زندہ ہوتے تو وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

نیز یہ تقریب نکاح لوگوں کی نظروں سے چھپ کر کسی تنہائی میں انعقاد پذیر نہیں ہوئی تھی۔ یہ تو ایک محفل عام تھی بنو ہاشم کے سردار عبدالمطلب کے سارے فرزند اور حضور ﷺ کے سارے چچا اس میں شریک تھے ان کے علاوہ خاندان قریش کے سارے قابل ذکر افراد مدعو تھے ان کی غیرت یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ ایک ایسی بیوہ سے اپنے عدیم المثال بھتیجے کا عقد کریں جس کا باپ رضامند نہ ہو اور پھر اس کے لئے ایک ایسی نازیبا حرکت کریں جو اس جاہلی معاشرہ میں بھی بنظر استحسان نہ دیکھی جاتی تھی ۔خود حضرت خدیجہ جیسی عفت مآب اور عصمت شعار خاتون جو اس فسق و فجور کے دور میں ''الطاہرۃ'' کے لقب سے مشہور تھیں، اپنے لئے اس طرز عمل کو کیوں کر پسند کر سکتی تھیں۔

دوسرے لوگوں کے لئے یہ خیال کر بھی لیا جائے کہ کسی منفعت کے پیش نظر انہوں نے بفرض محال اس قباحت کو گوارا کر لیا، تو محمد پاکباز (ﷺ) کے کردار کی رفعت، خلق کی پاکیزگی اور طینت کی ارجمندی کے لئے یہ صورت حال کیونکر قابل قبول ہوسکتی تھی۔ اس لئے ہم شرح صدر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ابن اسحاق کی یہ روایت عقل ونقل، درایت وروایت کسی معیار پر پوری نہیں اترتی۔

عصر حاضر کے مایہ ناز محقق امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

وما ذکرہ ابن اسحاق من الذی زوجها ابوها خویلد غیر صحیح لان خویلد قد مات قبل حرب الفجار۔

(خاتم النبیین از امام محمد ابوزهرة ۱۶۳/۱)

یعنی ابن اسحاق کی یہ روایت جس میں یہ مذکور ہے کہ حضرت خدیجہ کا نکاح ان کے والد خویلد نے پڑھایا صحیح نہیں ہے کیونکہ خویلد حربِ فجار سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔

علامہ سہیلی نے بھی الروض الانف میں اس کی توثیق کی ہے:

علامہ ابن کثیر نے السیرۃ النبویہ میں تصریح کردی ہے کہ خود ابن اسحاق نے بھی اپنے اس قول سے رجوع کر لیا۔ علامہ ابن کثیر نے پہلے سہیلی کے قول کی تائید کی ہے پھر لکھا ہے:

ذکر ابن اسحاق فی اخر السیرۃ ان اخاها عمرو بن خویلد هو الذی زوجها رسول اللہ ﷺ فاللہ اعلم ۔(الروض الانف ۲۱۲/۱)

ابن اسحاق نے اپنی سیرت کے آخر میں تصریح کی ہے کہ حضرت خدیجہ کے بھائی عمرو نے آپ کا نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم۔

اس طیبہ طاہرہ رفیقہ حیات کی آمد سے سرور عالم کی حیات طیبہ میں ایک خوش آئند اور مسرت آگیں انقلاب رونما ہوا۔ حضرت خدیجہ کی بھرپور محبت اور شبانہ روز خدمت گزاری نے اس خلا کو بڑے سلیقہ سے پر کرنے کی سعی مشکور کی جو سیدہ آمنہ کے سایہ عاطفت کے اٹھ جانے سے حضور بچپن سے ہی محسوس کرتے تھے۔ قبیلہ قریش کی اس معزز، دانشمند اور دور اندیش خاتون کو عبدالمطلب کے جواں سال اور جواں بخت پوتے کے فضائل وشمائل نے ایسا گرویدہ کر دیا تھا کہ انہوں نے اپنا دل، اپنی جان اور اپنا مال ومتاع سب کچھ ان کے قدموں پر نثار کر دیا تھا اور اس سودے پر وہ صرف خوش ہی نہ تھیں بلکہ نازاں تھیں اور شکر گزار تھیں کہ اس پیکر جمال وکمال نے انہیں اپنی چاکری میں قبول فرمایا ہے۔

مختصر یہ کہ پانچ سو دراہم مہر پر نکاح ہو گیا۔ پھر اونٹ ذبح کر کے دعوت ولیمہ کی گئی اور خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی کنیزوں نے دف وغیرہ بجا کر اس پُر مسرت تقریب کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا۔

شادی کے وقت آپ ﷺ اور سیدہ خدیجہ کی عمر

نبی کریم ﷺ کے ساتھ شادی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً چالیس سال تھی، جبکہ رحمت عالم ﷺ پچیس سال کے جوانِ رعنا تھے۔ عمروں کے اس تفاوت کے باوجود خاوند بیوی میں ایسی مثالی محبت تھی کہ باید وشاید۔ حضرت خدیجہ کے ایثار، اخلاص اور شبانہ روز خدمت گزاری نے رحمت عالم ﷺ کو اتنا متاثر کیا کہ جب تک حضرت خدیجہ زندہ رہیں، آپ کے دل میں کسی دوسری عورت سے شادی کا خیال تک نہیں آیا۔ ہاں، ان کی وفات کے بعد آپ کے عقد میں متعدد خواتین

آئیں مگر خدیجہ کی محبت کا اثر ایسا گہرا اور انمٹ تھا کہ آپ زندگی بھران کو یاد کرتے رہے اور ان کی وفاؤں کے تذکرے کرتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حسب معمول رسول اللہ ﷺ نے خدیجہ کی تعریف بیان کی تو مجھے غیرت سی آ گئی اور میں نے کہہ دیا......

"یارسول اللہ! وہ ایک بڑھیا عورت تھی، اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عنایت کردی ہیں۔"

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک جلال سے سرخ ہو گیا اور فرمایا:

اللہ کی قسم! مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ وہ اس وقت ایمان لائی جب سب لوگ کافر تھے، اس نے میری تصدیق کی جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے، اس نے سارا مال وزر مجھ پر نثار کر دیا اور اس کے بطن سے اللہ نے مجھے اولاد بھی دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کو اس قدر غصہ میں دیکھ کر میں ڈر گئی اور اس دن سے عہد کر لیا کہ آئندہ رسول اللہ کے سامنے خدیجہ کے بارے میں قطعاً کوئی ایسی ویسی بات نہیں کروں گی۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے

کہا جاتا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ یہ درست ہے، لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان چاروں میں سب سے پہلے ایمان لانے کی سعادت کس کو حاصل ہوئی؟ تو اس کا جواب ایک ہی ہے۔ سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ انہوں نے

تو اسی وقت سیدِ عالم ﷺ کی صداقت کی گواہی دے دی تھی جب آپ وحی کے اولیں تجربے سے دوچار ہونے کے بعد سردی محسوس کر رہے تھے اور کچھ اوڑھنے کے لئے طلب فرما رہے تھے، حضرت خدیجہ آپ کو کمبل میں لپیٹ رہی تھیں اور آپ کا اضطراب دور کرنے کے لئے تسلی آمیز لہجے میں کہتی جا رہی تھیں:

''اللہ آپ کے وقار میں کبھی کمی نہیں آنے دے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے ہیں، مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں، غریبوں مسکینوں اور کمزوروں کی دستگیری کرتے ہیں، مصیبت کے وقت لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور امانت گزار ہیں۔ اللہ آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔''

واللہ کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے اماں خدیجہ نے جانِ دو عالم ﷺ کے پاکیزہ کردار کا۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ابھر کر لبوں تک آنے والے یہ ولولہ انگیز جملے سید عالم ﷺ کو خوش کر گئے اور نزولِ وحی کی انوکھی کیفیت سے دوچار ہونے کی وجہ سے طبع ہمایوں پر جو بے قراری سی طاری ہو گئی تھی وہ رفع ہو گئی۔

تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ:

خدیجة اول خلق الله سلاما باجماع المسلمين لم يتقدمها رجل ولا امراة۔

(الکامل ابن اثیر ۳۷/۲)

یعنی اللہ کی ساری مخلوق میں سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ اسلام لائیں۔ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی مرد اور کوئی عورت آپ سے پہلے اسلام نہیں لایا۔

علامہ ابن ہشام اپنی سیرت میں رقم طراز ہیں:

وأمنت به خديجة بنت خويلد وصدقت بما جاءه من الله و وازرته على امره و كانت اول من امن بالله وبرسوله صدقت بما جاء منه وخفف الله بذلك عن نبيه ﷺ لا يسمع شيئا مما يكرهه من رد عليه وتكذيب له فيحزنه ذلك الا فرج الله عنه بها اذا رجع اليها تثبته وتخفف عليه وتصدقه وتهون عليه امر الناس رحمها الله تعالى۔

نبی کریم ﷺ پر حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ایمان لے آئیں۔ حضور ﷺ کی تصدیق کی اور رسالت کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں حضور ﷺ کی ڈھارس بندھائی۔ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئیں۔ حضور ﷺ کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اپنے محبوب نبی کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ جب مخالفین آپ کے ساتھ تلخ کلامی کرتے یا جھٹلاتے تو حضور ﷺ کو بہت دکھ ہوتا لیکن حضور ﷺ جب گھر تشریف لاتے ام المؤمنین ایسی گفتگو کرتیں کہ غم واندوہ کے بادل چھٹ جاتے۔ وہ حضور کو ثابت قدمی پر ابھارتیں۔ اس غم کو ہلکا کرتیں۔ حضور ﷺ کی تصدیق کرتیں اس طرح لوگوں کی مخالفتوں کے باعث دل کو جو ملال اور رنج پہنچتا اس کا ازالہ کردیتیں اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں ہوں۔

(السيرة النبوية ابن هشام ۱/۲۵۹)

ایمان لانے میں سب سے سبقت لے جانے اور ہر مرحلہ پر نبی اکرم ﷺ کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کرتے رہنے کا صلہ بارگاہ الٰہی سے حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو سرور انبیاء کے پاس بھیجا

جب حضور ﷺ غارحرا میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے آ کرعرض کی۔

اقرا علیھا السلام من ربھا ومنی وبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب فقالت ھو السلام و منہ السلام وعلی جبرئیل السلام وعلیك یارسول اللہ السلام ورحمۃ اللہ وبر کاتہ۔

یارسول اللہ! اپنے رب کی طرف سے اور میری طرف سے حضرت خدیجہ کوسلام پہنچایئے اورانہیں خوشخبری دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت میں موتیوں کا بناہوا ایک محل مخصوص کیا ہے جس میں کوئی شور نہیں ہوگا اور نہ کوئی کوفت۔حضرت ام المؤمنین نے جواب دیا۔اللہ تعالیٰ ہی سلام ہے ساری سلامتیاں اسی سے ہیں۔جبرئیل پرسلام ہو۔اوریارسول اللہ آپ پرسلام ہونیز اللہ کی رحمتیں اوراس کی برکتیں ہوں۔

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان ۱/۱۷۵)

اس جواب میں بارگاہ صمدیت کے آداب کا جس طرح خیال رکھا گیا ہے اس سے جہاں آپ کی عقلمندی اوردانشمندی کا پتہ چلتا ہے اس طرح آپ کی ایمانی قوت اوریقین کی نورافشانیاں بھی نمایاں ہورہی ہیں۔

آقا کریم ﷺ کا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کثرت سے ذکر کرنا

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سرورعالم ﷺ جب بھی گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو نکلنے سے پہلے حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے اور ان کی تعریف فرماتے حضرت عائشہ کہتی ہیں ایک دن اسی طرح حضور ﷺ نے ان کا ذکر کیا اوران کی تعریف فرمائی تو مجھے بڑی غیرت آئی۔میں نے کہاوہ ایک بوڑھی عورت تھیں اللہ تعالیٰ

نے ان سے بہتر ازواج آپ کو دی ہیں۔ حضور ﷺ یہ بات سن کر بڑے غضبناک ہوئے شدت غضب سے پیشانی کے بال کانپنے لگے پھر فرمایا: بخدا ہرگز نہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر اس کے بدلے کوئی زوجہ مجھے نہیں دی وہ میرے ساتھ ایمان لائی جب کہ لوگوں نے کفر کیا اس نے میری تصدیق کی۔ جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ اس نے اپنے مال سے میری دلجوئی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی جب کہ دوسری ازواج سے اولاد پیدا نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ آئندہ میں آپ کا ذکر کرتے وقت ان کی عیب جوئی نہیں کروں گی۔

اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں تلخ کلامی ہوئی۔ حضور ﷺ کو اس سے بڑے تکلیف ہوئی حضور نے حضرت عمر کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر مبعوث کیا تو تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے کہا یہ سچا ہے اس نے اپنی ذات اور مال سے میری دلجوئی کی کیا تم میرے لئے میرے اس دوست کو چھوڑو گے یا نہیں۔

ان احادیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت خدیجہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

(محمد رسول اللہ از محمد الصادق ۵۲۳/۱)

آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ حضور ﷺ نے آپ کا نام بدل کر عبداللہ رکھا۔ ابوبکر آپ کی کنیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ

کنی بابی بکر لابتکاره بالخصال الحمیدة۔

خصال حمیدہ میں جدت طراز ہونے کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوبکر رکھی گئی۔

آپ کا لقب عتیق۔ کیونکہ آپ بڑے خوبرو اور خوش شکل تھے اس لئے آپ کو عتیق کے لقب سے ملقب کیا گیا اور بعض کے نزدیک یہ لقب سرور عالم ﷺ نے آپ کو دیا کیونکہ حضور ﷺ نے آپ کو خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آتش جہنم سے آزاد کر دیا۔

سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف کس کو حاصل ہوا

اس بارے میں عرض ہے کہ اس امر پر تمام ائمہ متفق ہیں کہ ساری امت اسلامیہ میں سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے بعد اولیت کا شرف حضرت علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا یا صدیق اکبر کو اس کے بارے میں متعدد روایات ہیں علماء ربانیین نے ان مختلف روایات میں یوں تطبیق کی ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت خدیجہ کو حاصل ہوا بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت علی مرتضیٰ کو حاصل رہا اور بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کی سعادت حضرت ابوبکر صدیق کو نصیب ہوئی۔ انہوں نے اسلام قبول بھی کیا اور اس کا اعلان بھی کیا۔ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے زید بن حارثہ تھے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

لیکن ابن جوزی صفۃ الصفوۃ میں شعبی سے روایت کرتے ہیں:

قال ابن عباس اول من صلی ابوبکر وتمثل بابیات حسان بن ثابت۔

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ
فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا

خیر البریۃ اتقاھا وافضلھا
بعد النبی و اوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ
واول الناس منھم صدق الرسلا

ترجمہ: جب تم اپنے قابل اعتماد بھائی کے حزن وملال کو یاد کرنا چاہوتو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو ان تکالیف کے باعث جو انہوں نے برداشت کیں نبی کریم ﷺ کے بعد وہ ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ متقی اور سب سے افضل تھے انہوں نے جو ذمہ داری اٹھائی اس کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ وفادار تھے۔ حضور ﷺ کے بعد آنے والے دوسرے آپ تھے آپ کا مشہد قابلِ تعریف تھا اور ان لوگوں میں سب سے پہلے تھے جو رسولوں پر ایمان لائے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد ۲/۴۰۶)

سہیلی کہتے ہیں کہ حضرت حسان نے یہ مدحیہ اشعار حضرت صدیق اکبر کی شان میں لکھے، نبی کریم ﷺ نے انہیں سنا اور ان کی تردید نہیں کی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حضرت صدیق اکبر کو نصیب ہوا۔ آزاد شدہ غلاموں میں زید بن حارثہ اور غلاموں میں حضرت بلال کو اسلام لانے میں اولیت کا شرف حاصل ہوا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفاشعاری، جان نثاری، دانش مندی اور فیاضی کا اعتراف صرف فرزندان اسلام کو ہی نہیں بلکہ اغیار بھی آپ کی ان صفات جلیلہ کے صدق دل سے معترف ہیں۔

کونستانس جورجیو اپنی کتاب میں آپ کی خدمت میں یوں ہدیہ عقیدت و تحسین

پیش کرتا ہے:

جس روز نبی کریم (ﷺ) نے انہیں اپنے منصب نبوت پر فائز ہونے کی اطلاع دی آپ اسی روز ایمان لے آئیں اور اسی دن سے اپنی دولت اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے خرچ کرنا شروع کر دی اور تادم واپسیں بڑی فیاضی سے اس روش پر قائم رہیں جس روز آپ نے وفات پائی ان کے پاس کھجور کی گٹھلی میں سیاہ نشان کے برابر بھی سیم وزر نام کی کوئی چیز نہ تھی مسلمانوں میں دو ہستیاں ایسی گزری ہیں جنہوں نے اپنی ساری دولت دعوت اسلامیہ کی ترقی کے راہ میں خرچ کرڈالی ۔وہ دو ہستیاں حضرت خدیجہ اور حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ اسلام لانے سے پہلے یہ دونوں بڑے دولت مند تھے اور جب انہوں نے وفات پائی تو ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔

(نظرۃ جدیدۃ ۱/۱۶۱)

نماز کی فرضیت سے پہلے بھی سیدہ خدیجہ نماز پڑھتی تھیں

ایمان لانے کے بعد حضرت خدیجہ نبی کریم ﷺ کے دیگر معاملات میں بھی شامل ہونے لگیں ۔نماز،فرض تو معراج کی رات ہوئی تھی مگر نفلی نماز نبی کریم ﷺ پہلے بھی پڑھا کرتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کا ساتھ دیا کرتی تھیں۔ اُس وقت روئے زمین پر یہی دو نماز گزار تھے ۔پھر ایک دس گیارہ سالہ بچہ بھی ہمنوا ہوگیا اوران کے ساتھ نمازیں پڑھنے لگا۔اسی زمانے میں عم رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک دوست عفیف کندی یمن سے مکے آیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام پذیر ہوا۔ایک دن اس نے یہ دلنواز منظر دیکھا کہ ایک رشکِ ماہتاب شخص آیا اور ہاتھ باندھ کر روبقبلہ کھڑا ہوگیا۔پھر ایک لڑکا آیا اوراسی طرح دست بستہ ہو کر

پہلے شخص کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک عورت آئی اور وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔

عفیف کندی عبادت کے اس انوکھے انداز سے بہت حیران ہوا اور کہنے لگا:

''میری نظریں دیکھ رہی ہیں کہ عنقریب یہاں کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے۔''

ابتدائے اسلام میں سیدہ خدیجہ کا آقا کریم کے ساتھ محبت بھرا تعاون

دنیا جانتی ہے کہ ابتداء نبوت میں سید عالم ﷺ کو مشرکین کے ہاتھوں کیسی کیسی ذہنی و قلبی اذیتوں سے گزرنا پڑا۔ طنز، تحقیر، ملامت، تمسخر، استہزاء۔ کون سا ناروا سلوک تھا جو آپ کے ساتھ نہیں کیا گیا! مخالفین کی ان حرکتوں سے جب آپ افسردہ و حزیں اور ملول و غمگیں ہو کر گھر آتے اور رفیقہ حیات سے اہل مکہ کے توہین آمیز سلوک کا تذکرہ کرتے تو وہ کہتیں:

''یارسول اللہ! آپ ان باتوں سے بالکل رنجیدہ نہ ہوں۔ رسولوں کے ساتھ تو شروع سے ایسا ہوتا آیا ہے۔ بھلا کوئی ایسا رسول بھی آیا ہے جسے لوگوں نے طعن و تشنیع اور بدزبانی کا نشانہ نہ بنایا ہو۔''

ہمدردی و غمگساری میں گندھے ہوئے یہ چند بول سن کر رحمت عالم ﷺ مطمئن ہو جاتے اور آپ کا حزن و ملال جاتا رہتا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تسلی و تشفی دینے اور ڈھارس بندھانے میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی مہارت عطا کر رکھی تھی۔ سید عالم ﷺ ان کے اس کمال کا تذکرہ کرتے ہوئے خود بیان فرماتے ہیں کہ جب میں کفار کی ایسی باتیں سنتا تھا جو مجھ کو ناگوار گزرتی تھیں تو میں خدیجہ سے کہتا تھا اور وہ اس طرح میری

ڈھارس بندھاتی تھی کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی تھی۔ کوئی دکھ اور رنج ایسا نہیں تھا جو خدیجہ کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا ہو۔

درحقیقت اس پر آشوب اور مصائب و آلام سے لبریز دور میں رحمت عالم ﷺ کو ایسی ہی بلند حوصلہ اور عالی ہمت رفیقہ حیات کی ضرورت تھی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شکل میں آپ کو عنایت کر دی تھی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد ایک خوشحال تاجر تھے۔ والد کی وفات کے بعد انہوں نے کاروبار کو مزید ترقی دی اور آقائے نامدار عالم ﷺ سے نکاح کے وقت ان کے تمول کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ جو قافلہ تجارت کے لئے جاتا تھا اس میں آدھا سامان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا تھا اور آدھا باقی تمام قافلے والوں کا۔ یہ فراواں مال و دولت انہوں نے اپنے شوہر نامدار کے قدموں پر نثار کر دی اور آپ کو اپنے تمام اثاثہ جات میں ہر طرح کے تصرف کا مکمل اختیار دے دیا۔

اللہ تعالیٰ جان دو عالم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے:

ووجدك عائلا فاغنى ۔

اور پایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ضرورت مند تو غنی کر دیا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہی ہے کہ پہلے آپ کو مال و دولت کی فراوانی میسر نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے ذریعے آپ کو مالدار کر دیا۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا قبول اسلام کے بعد صبر واستقامت کا بے مثال مظاہرہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوری زندگی سکون وراحت سے گزاری تھی اور کبھی ان کے ماتھے پر پسینہ نہیں آیا تھا مگر جب ان کے عالی وقار شوہر پر مشکل وقت آیا تو انہوں نے ہر آرام اور ہر آسائش کو ٹھکرا دیا، ہر سکون اور ہر راحت سے منہ موڑ لیا اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے مصائب میں آپ ﷺ کی ہم قدم رہ کر ثابت کر دیا کہ وہ حقیقتاً دکھ سکھ کی ساتھی اور آخری حد تک وفا شعار اور ہمدم ودمساز رفیقہ حیات تھیں۔

یاد کیجئے ! اس وقت کو جب تمام قبائل نے متفقہ طور پر بنی ہاشم کے مقاطعہ اور بائیکاٹ کا فیصلہ کیا اور بنی ہاشم کو شعب ابی طالب میں محصور اور قید ہونا پڑا۔ بائیکاٹ کی وجہ سے باہر کی کوئی چیز اندر نہیں جا سکتی تھی ، نہ یہ لوگ باہر جا کر خرید وفروخت کر سکتے تھے ۔یہاں آقا کریم عالم ﷺ کو اپنے خاندان کے ساتھ تقریباً تین سال گزارنے پڑے۔ان تین برسوں میں سب نے فاقوں پر فاقے کئے ،سوکھے چمڑے چبا کر اور درختوں کی چھال کھا کر زندگی کا رشتہ قائم رکھا۔بچے ، اور بعض دفعہ بڑے بھی، بھوک سے بیتاب ہو کر چیخ پڑتے تھے اور رونے لگتے تھے مگر سنگ دل دشمنوں کو رحم نہیں آتا تھا۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگر چاہتیں تو ان ہولناک مصائب سے جان بچا سکتی تھیں کیونکہ مقاطعہ صرف بنی ہاشم کا ہوا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسبی طور پر بنی ہاشم سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر صد آفریں

کہ اس وفا کی پتلی نے اپنے محبوب خاوند کے ساتھ تین برس مصیبتیں جھیلتے اور فاقے کاٹتے ہوئے گزار دیئے مگر کبھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لایا۔

ایک دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے اپنے خادم کے ہاتھ کھانے پینے کی کچھ چیزیں بھیجیں کہ خفیہ طور پر پھوپھی تک پہنچا دو۔ اتفاقاً ابوجہل نے خادم کو ادھر جاتا دیکھ لیا اور چیزیں چھیننے کے لئے جھپٹ پڑا۔ اسی وقت ایک اور شخص ابوالبختری وہاں آ پہنچا، یہ بھی اگرچہ کافر تھا مگر اتنا سخت دل نہیں تھا۔ اس نے ابوجہل کو روکا اور کہا کہ ایسا نہ کرو، اگر کوئی شخص اپنی پھوپھی کے لئے چند معمولی چیزیں بھیجتا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اور تم اتنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں کیوں دخل دینے لگتے ہو۔

ابوالبختری صاحب حیثیت انسان تھا، ابوجہل اس کی بات ٹال نہ سکا اور یوں کچھ چیزیں بمشکل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ سکیں۔

اللہ اکبر! جس عورت کو آسائش و تنعم کی ہر سہولت میسر تھی اور جس کی خدمت کے لئے متعدد غلام اور کنیزیں ہر وقت دست بستہ کھڑے رہتے تھے، اس کی مجبوری و بے کسی کا یہ عالم ہے کہ اللہ جانے کتنے دنوں بعد اس کو خورد و نوش کی چند اشیاء میسر آئیں اور وہ بھی ابوالبختری کی چشم پوشی کی وجہ سے۔

ایثار و اخلاص اور عشق و وفا کے ایسے غیر معمولی مظاہروں نے سید عالم ﷺ کو اتنا متاثر کیا کہ فرمایا:

"خدیجہ کی محبت مجھے پلا دی گئی ہے۔"

اعلیٰ حضرت نے امہات المؤمنین پر بحیثیت مجموعی سلام پیش کرنے کے بعد

مؤمنین کی اس پہلی ماں پر بالخصوص سلام بھیجا ہے۔

سیّما ، پہلی ماں ،کہف ِ امن واماں
حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

نبوت کے دسویں سال مقاطعہ ختم ہوا اور شعب ابی طالب کے محصورین باہر آئے۔تین سال تک فاقے کاٹنے اور مصائب جھیلنے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی صحت خاصی متاثر ہوئی اور وہ مقاطعہ ختم ہونے کے تھوڑے ہی عرصے بعد بیمار پڑھ گئیں بالآخر وہ وقت بھی آ گیا جس نے ہر بشر پر آنا ہے۔آخری لمحوں میں سید عالم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کو کافی افسردہ وغمگین پایا۔آپ سمجھ گئے کہ میری وارفتہ محبت رفیقہ حیات کو زندگی کے آخری لمحات میں مجھ سے جدائی کا غم کھائے جارہا ہے۔اس لئے ان کی تسلی کے لئے فرمایا:

"تجھے اگرچہ یہ سب کچھ ناگوار گزر رہا ہے مگر انسان جس چیز کو ناگوار سمجھتا ہے، کبھی اسی میں اس کی بھلائی مستور ہوتی ہے۔کیا تجھے پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرح آخرت میں بھی تجھ کو میری زوجہ بنادیا ہے۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے اس سے بڑی بشارت اور کیا ہوسکتی تھی۔چنانچہ انہوں نے مزید اطمینان کے لئے پوچھا۔اللّٰہ فعل ذلك؟ (کیا واقعی اللہ نے مجھ پر یہ انعام کردیا ہے؟)

سید عالم ﷺ نے فرمایا: نعم۔

یہ سن کر ان کے چہرے سے غم کے بادل چھٹ گئے۔

وفات حسرت آیات امّ المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

مشفق ومہربان چچا جناب ابوطالب کی وفات سے حضور نبی کریم ﷺ کو جو دکھ پہنچا تھا اس کے زخم ابھی تازہ تھے کہ قلب ناز کو ایک اور الم انگیز صدمہ برداشت کرنا پڑا نبوت کے دسویں سال سفر ہجرت سے تین سال پہلے جناب ابوطالب کی وفات پر ابھی صرف پینتیس دن گزرے تھے کہ ۱۰ ماہ رمضان کو حضور ﷺ کی وفاشعار اور غمگسار رفیقہ حیات حضرت ام المؤمنین السیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

(الانساب الاشراف ۱/۴۰۵)

وصال کے بعد ان کی میت کو مکہ کے بالائی حصے میں جسے ''معلاۃ'' کہا جاتا تھا لے جایا گیا اور سید عالم ﷺ نے بنفس نفیس قبر میں اتارا۔ اس وقت نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اس لئے ان کو یونہی دفن کر دیا گیا۔

نبی کریم ﷺ سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی اور وفات کے وقت پینسٹھ سال۔ اس طرح ان کو پچیس سال تک آپ کی رفاقت میسر رہی پندرہ سال آپ کے اعلان نبوت سے پہلے اور دس سال بعد میں۔ اتنا طویل ساتھ بعد میں کسی زوجہ مطہرہ کو نصیب نہ ہو سکا۔

آپ وہ عدیم النظیر رفیقہ حیات تھیں جنہوں نے اپنے نامور شوہر اور عظیم آقا کے قدموں میں صرف جان ودل کا نذرانہ ہی پیش نہیں کیا تھا۔ بلکہ اپنی دولت وثروت کے خزینے حضور کی رضا جوئی کے لئے بصد مسرت نچھاور کر دیئے تھے جس نے اپنی پچیس سالہ ازدواجی زندگی کا ہر لمحہ حضور کی راحت وآرام کے لئے وقف کر رکھا

تھا۔ جب بھی سرکار دو عالم ﷺ پر کوئی کٹھن گھڑی آئی تو یہ خاتون بڑی عالی حوصلگی سے آگے بڑھیں اور اپنی فرزانگی اور عقل مندی سے حضور کا سہارا بنی۔

غار حرا کی وہ مبارک رات، جب جبرئیل امین بارگاہ رب ذوالجلال سے منصب نبوت پر فائز ہونے کی نوید لے کر آئے اور کلام الٰہی سے پہلی بار حضور ﷺ کو سرشار کیا اس وقت قلب مبارک پر حیرت ومرعوبیت کی جو کیفیت تھی اور جن خطرات اور اندیشوں نے ہراساں کر دیا تھا اس وقت جس انداز سے آپ نے دل داری کی اس کی مثال تاریخ عالم میں نایاب ہے آپ نے اپنے ایک جملے سے ان تمام خدشات اور خطرات کا قلع قمع کر دیا، جو حضور ﷺ کو پریشان کر رہے تھے۔ عرض کی!

کلا ابشر فواللہ لا یخزیك اللہ ابدا الخ

''آپ ہرگز خوفزدہ نہ ہوں آپ کو خوش خبری ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو رسوانہیں کرے گا۔

پھر اس کے بعد اس کی وجوہات بیان کیں۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے کفر وشرک کے گھپ اندھیروں میں جب توحید کی شمع روشن کی تو کفار نے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ حضور جب بھی کفار کی دلآزاریوں، بہتان طرازیوں اور عداوت کیشیوں سے افسردہ خاطر ہو کر گھر تشریف لاتے تو حضور کی طیبہ طاہرہ خاتون خانہ ایسے دل آویز انداز سے حضور کا استقبال کرتیں کہ رنج واندوہ کے سارے بادل چھٹ جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی اس پاک نہاد بندی، اپنے محبوب کی وفا شعار خدمت گزار زوجہ محترمہ کی پرخلوص خدمات کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اور اپنی نوید رحمت سے اسے شادکام کرنے کے لئے ایک روز جبرئیل امین کو اپنے پیارے رسول کے پاس بھیجا۔

اس سلسلہ میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے وہ درج ذیل ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال اتی جبرئيل الی رسول الله ﷺ وقال يارسول الله هذه خديجة قد اتت باناء فيه ادام ...... فاذا هی اتتك فاقرأعليها السلام من ربها ومنی و بشرها ببيت فی الجنة من قصب لا صخب فيه ولا نصب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ایک روز حضرت جبرئیل بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور یوں عرض کی یارسول اللہ یہ خدیجہ ہیں جو ایک برتن لے کر ابھی حاضر ہوا چاہتی ہیں اس برتن میں سالن ہے جب وہ حاضر خدمت ہوں تو ان کو ان کے رب کریم کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچایئے اور انہیں یہ مژدہ سنایئے کہ اللہ تعالیٰ نے موتیوں سے بنا ہوا ایک محل جنت میں ان کو عطا فرمایا ہے جس میں نہ کسی قسم کا شور ہوگا اور نہ پریشانی۔

حضور نبی کریم ﷺ بھی ان کے بے پایاں خلوص، لازوال محبت اور بے مثال ایثار کے باعث بڑی محبت فرماتے اور دل سے ان کی قدر کرتے ان کی زندگی میں دوسری شادی کرنے کا کبھی خیال تک نہیں فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر خیر محبت اور پیار سے فرمایا کرتے۔

آقا کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ کو زینت البیت کا لقب عطا فرمایا

نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ''زینۃ البیت'' کہا ہے یعنی گھر کی زینت۔ جب گھر سے زینت اٹھ گئی تو آپ اکثر حزیں واندوہ گیں رہنے لگے

ایک دن خولہ بنت حکیم تعزیت کے لئے آئیں اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگیں:

"یارسول اللہ! خدیجہ کے دنیا سے رخصت ہوجانے پر آپ بہت غمگین دکھائی دیتے ہیں۔" فرمایا: ہاں وہ میرے بچوں کی شفیق ماں تھی، میری رازدار و غمگسار تھی، اس نے مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا اور محبت و فاداری اور سلیقہ شعاری کا حق ادا کردیا۔ اس کو میں بھلا کیسے بھول سکتا ہوں۔"

کچھ عرصے تک تو سید عالم ﷺ کی یہ کیفیت رہی کہ گھر سے باہر جاتے تو زبان پر خدیجہ کا تذکرہ ہوتا اور واپس تشریف لاتے تب بھی سب سے پہلے خدیجہ کو یاد کرتے۔

رفتہ رفتہ یہ کیفیت تو کم ہوگئی مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آخر تک دل میں جاگزیں رہی اور اس کو تازہ رکھنے کے لئے یہ انداز اختیار فرمایا کہ اگر تحفے کے طور پر کوئی چیز آتی تو فرماتے "یہ خدیجہ کی فلاں فلاں سہیلی کو دے آؤ" قربانی کرتے یا ویسے ہی کوئی جانور ذبح کرتے تو بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو ضرور گوشت بھیجتے اور فرمایا کرتے کہ جو ہستیاں خدیجہ کو محبوب تھیں، وہ (خدیجہ سے ایک گونہ نسبت رکھنے کی وجہ سے) مجھے بھی اچھی لگتی ہیں۔

جس خوش نصیب بیوی سے محبوب خدا اس حد تک خوش اور راضی ہوں اس کی عظمت اور رفعت اور اللہ کے ہاں اس کے مقام اور مرتبے کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

اس سے بڑا اعزاز کیا ہوگا کہ صمد و بے نیاز رب نے ان کو سلام بھیجا ہے۔ یہ اس دور کی بات ہے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سید عالم ﷺ کی خدمت میں ہمہ

تن مصروف رہتی تھیں اور متعدد کنیزیں غلام موجود ہونے کے باوجود آپ کے کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیا کرتی تھیں۔اس زمانے میں ایک دن جبریل امین سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہ! خدیجہ کھانے کے کچھ برتن اٹھائے آپ کی طرف چلی آرہی ہیں، جب وہ یہاں آجائیں تو انہیں کہیے کہ ان کا رب انہیں سلام کہتا ہے۔

اللہ اللہ ! کیا شان ہے تیری اے ہم سب کی پیاری ماں!
عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
اس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

روح الامین نے مزید عرض کی کہ میری طرف سے بھی انہیں سلام پیش کیجئے!

وبشرھا ببیت فی الجنة من قصب ،لا صخب فیھا ولا نصب۔

اورانہیں خوشخبری سنادیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک بہت بڑے موتی کو اندر سے خالی کر کے ان کے لئے محل بنایا ہے جس میں نہ شور وشغب ہوگا، نہ کسی قسم کی تکلیف۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کی اسی حدیث کی جانب تلمیح کرتے ہوئے فرمایا:

مَنْزِلٌ مِّنْ قَصَبْ ، لَاصَخَبْ ، لَانَصَبْ
ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

مسند میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ سے یہ حدیث روایت کی ہے:

کہ حضور ﷺ جب حضرت خدیجہ کا ذکر کرتے تو کثرت سے ان کی مدح وثناء فرماتے۔مجھے ایک روز بڑی غیرت آئی، میں نے عرض کی حضور! آپ کیوں اس خاتون

کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، جس کے دونوں ہونٹوں کے گوشے سرخ تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں حضور کو ہر لحاظ سے بہتر بیویاں ارزاں فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اس سے بہتر اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی اور بیوی نہیں دی وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگوں نے میرا انکار کیا انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے اس وقت اپنے مال سے میری دلجوئی کی جب لوگوں نے مجھے محروم کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی جب کہ دوسری بیویوں کو اولاد سے محروم رکھا۔

یہ خیال رہے کہ یہ ارشاد حضور نے اس وقت فرمایا جب کہ ام المؤمنین ماریہ قبطیہ حرم نبوت میں داخل نہیں ہوئی تھیں۔ اور نہ ابھی ان کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ رضی اللہ عنہما

ایسی وفا شعار اور خدمت گزار، زیرک اور دانا، عالی ظرف اور بلند نگاہ، رفیقہ حیات کا اس وقت داغ مفارقت دے جانا جبکہ دعوت توحید بڑے جان گسل مرحلوں سے گزر رہی تھی، حضور کے لئے کتنا تکلیف دہ اور رنج وغم کا باعث ہوا ہوگا؟ اس کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کیونکہ یہ دونوں روح فرسا حادثے ایک ہی سال میں بڑی قلیل مدت کے اندر رونپذیر ہوئے تھے اسی لئے حضور ﷺ نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) قرار دیا۔ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ نے پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی حجون کے قبرستان میں آپ کو دفن کیا۔ اس وقت تک نماز جنازہ کا آغاز نہیں ہوا تھا جب قبر شریف تیار ہوگئی تو نبی کریم ﷺ خود اس میں تشریف لے گئے اور پھر اس مرقد میں آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ کے سپرد

کر دیا۔ (طبقات ابن سعد تحت ذکر خدیجہ ۱۱/۸)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ ایک صاحبزادی ابراہیم کے سوا جانِ دو عالم ﷺ کے تمام صاحبزادے اور صاحبزادیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے جن کا تذکرہ ان شاء اللہ اولادِ رسول میں آئے گا۔

اب ہم علمائے سیر اور ائمہ وانساب کی تحقیقات کی روشنی میں آقا کریم ﷺ کی اولاد وامجاد کے بارے میں عقیدہ اہلسنت پیش کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ نبی کریم ﷺ کی چاروں بیٹیاں آپ ﷺ کی حقیقی اولاد ہیں۔

اولادِ رسول اور علمائے سیر وانساب

جملہ اہل علم اس مسئلہ کو بخوبی جانتے ہیں کہ علمائے انساب اپنی تصانیف میں قبائل کے نسب بیان کرتے ہیں اور ان کی اولاد کے شجرے ذکر کرتے ہیں یہ سب فن تاریخ کے اعتبار سے ذکر کرتے ہیں اس میں کسی فرقے (مثلاً شیعہ یا سنّی کے فکری نظریات) کے اعتبار سے نسب بیان نہیں کرتے اور ان نسبی تفاصیل میں مذہبی رجحانات کا دخل ہرگز نہیں ہوتا۔

کتب انساب میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ محض تاریخی معلومات کی حیثیت سے مرتب کیا جاتا ہے۔

اس گزارش کے بعد عرض ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی اولاد شریف جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تولد ہوئی اس کا ذکر ہم انساب کے اکابر علماء سے نقل کررہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ قارئین کرام کے لئے علی وجہ البصیرۃ یہ بات واضح ہوجائے کہ رسالت مآب کی اولاد شریف کے متعلق جو کچھ آج کل شیعہ ذاکرین لوگوں میں نشر کررہے ہیں یعنی یہ کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی تین صاحبزادیاں حضور ﷺ کی حقیقی اولاد نہیں تھیں بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج کی اولاد تھیں۔ یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہر زادیاں تھیں، سراسر جھوٹ ہے۔

یہ چیز بالکل خلاف واقع ہے اور نبی پاک ﷺ کی اولاد پر افتراء ہے اور حضرت

فاطمۃ الزہرارضی اللہ عنہا کی حقیقی بہنوں کے ساتھ غلط سلوک کیا جارہا ہے یہ تینوں صاحبزادیاں رسالت مآب ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور یہ تینوں جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے متولد ہوئیں ۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں تھیں۔

امام ابن ہشام اور اولادِ رسول

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے اولاد کے مسئلہ کو ابن ہشام نے ''سیرت نبویہ'' میں ایک مستقل عنوان کے تحت اس طرح ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی تمام اولاد صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی ۔حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (ان کے نام سے آپ کی کنیت ''ابوالقاسم'' جاری ہوئی) طیب اور طاہر پھر زینب اور رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنھن متولد ہوئیں۔

(سیرت نبویہ لابن ھشام تحت حدیث تزویجہ رسول اللہ ﷺ خدیجہ واولادہ من خدیجہ ۱/۱۹۰)

روایت مذکورہ بالا میں کچھ معمولی سا اختلاف مذکور ہے تاہم یہ چیز مسلم ہے کہ حضور ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں اور یہ حضور اکرم ﷺ کی حقیقی بیٹیاں تھیں، کسی دیگر خاوند سے نہیں کہ ان کو ''لے پالک'' کے الفاظ سے ذکر کیا جائے۔

حافظ ابن قیم اور اولادِ رسول

مشہور سیرت نگاروں میں سے ایک حافظ ابن قیم بھی ہیں انہوں نے سیرت نبویہ

کوفقیہانہ طرز پر مرتب کیا ہے اس میں ایک مستقل فصل حضرت رسالت مآب ﷺ کی اولاد کریم کے لئے ذکر کی گئی ہے اس میں مذکور ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پہلے پہل صاحبزادہ قاسم متولد ہوئے انہیں کے نام سے حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ یہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنا زمانہ زندہ رہے کہ سواری پر سوار ہونے کے قابل ہو گئے تھے پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا متولد ہوئیں۔ بعض علماء کا قول ہے کہ یہ قاسم سے بھی بڑی تھیں پھر رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ متولد ہوئیں۔

وھؤلاء کلھم من خدیجۃ۔

یعنی مندرجہ بالا تمام اولاد شریف حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہوئی اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کیع لاوہ دوسری ازواج مطہرات سے آپ کی اولاد نہیں ہوئی پھر اس کے بعد مدینہ شریف میں آپ ﷺ کی ایک خادمہ مسماۃ ''ماریہ قبطیہ'' سے (جس کو المقوقس نے ہدیۃً ارسال کیا تھا) صاحبزادہ ابراہیم پیدا ہوئے یہ ۸ھ کا واقعہ ہے ابورافع نے حاضر ہو کر ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کی خوشخبری دی۔ اس بشارت پر ابورافع کو آپ ﷺ نے ایک غلام عنایت فرمایا۔ یہ صاحبزادہ ابراہیم رضی اللہ عنہ صغرسنی میں فوت ہو گئے تھے ابھی ان کا دودھ نہیں چھڑایا گیا تھا۔

(زاد المعاد لابن قیم فصل فی اولادہ ﷺ ۱/۲۶،۲۵)

حافظ ابن سعد اور اولادِ رسول

طبقات ابن سعد میں ہے کہ

عن ابن عباس قال کان اول من ولد لرسول اللہ ﷺ بمکۃ قبل النبوۃ القاسم وبہ کان یکنی ثم ولد لہ زینب ثم رقیۃ ثم فاطمۃ ثم ام کلثوم ثم ولد لہ فی الاسلام عبداللہ فسمی الطیب والطاہر وامّہم جمیعا "خدیجۃ بنت خویلد بن اسد"۔

(طبقات ابن سعد تحت ذکر اولاد رسول اللہ وتسمیتھم ۱/۱۳۳)

یعنی نبوت سے پہلے مکہ شریف میں نبی کریم ﷺ کے ہاں آپ ﷺ کے پہلے فرزند قاسم پیدا ہوئے ان کے ساتھ آپ ﷺ کی کنیت "ابوالقاسم" جاری ہوئی۔ پھر نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئی پھر صاحبزادی رقیہ پھر فاطمہ پھر ام کلثوم پھر اسلام کے دور میں آپ ﷺ کے صاحبزادہ عبداللہ متولد ہوئے انہیں کو طیب وطاہر کہا جاتا ہے۔ اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔

المصعب زبیری اور اولادِ رسول

قدیم علمائے انساب میں سے "المصعب زبیری المتوفی ۲۳۶ھ" نے اپنی مشہور تصنیف "نسب قریش" میں رسالت مآب ﷺ کی اولاد شریف (جو حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہوئی) کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت میں کیا ہے:

واما خدیجۃ بنت خویلد، فولدت لرسول اللہ ﷺ القاسم وکان یقال لہ "الطاہر و الطیب" ولد بعد النبوۃ ومات صغیرا، واسمہ عبداللہ وفاطمۃ وزینب وام کلثوم ورقیۃ۔

(نسب قریش للمصعب زبیری تحت ولد اسد بن عبدالعزی ص: ۲۳۱)

یعنی خدیجہ بنت خویلد کے ہاں رسول اللہ ﷺ سے صاحبزادے "القاسم اور

الطاہر'' جنہیں طیب بھی کہا جاتا تھا جو بعد از نبوت پیدا ہوئے اور بچپن میں فوت ہو گئے اور جن کا نام عبداللہ تھا) اور تین صاحبزادیاں فاطمۃ ،زینب ،ام کلثوم اور رقیہ متولد ہوئیں رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ابن قتیبہ اور اولادِ رسول

اس فن کے مشہور ومعروف عالم ابن قتیبہ دینوری اپنی کتاب ''المعارف میں اولاد نبوی کے تحت تحریر کرتے ہیں:

وولد لرسول اللّٰہ ﷺ من خدیجة القاسم وبه كان يكنى والطاهر وطيب وفاطمة وزينب و رقية وام كلثوم ومن مارية القبطية ابراهيم ۔

(المعارف لابن قتیبة تحت اولاد نبی ﷺ ص: ٦١)

یعنی سردار دو عالم ﷺ کی اولاد شریف خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ تھی ۔القاسم انہی کے نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی ، طاہر اور طیب ،فاطمہ ،زینب ،رقیہ اور ام کلثوم اور صاحبزادہ ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ سے تھے۔

احمد بن یحییٰ بلاذری اور اولادِ رسول

تیسری صدی ہجری کے مشہور عالم انساب احمد بن یحییٰ بلاذری نے اس فن کی اپنی کتاب ''انساب الاشراف'' میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔''ازواج رسول اللہ ﷺ وولدہ''۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد کو ازواج میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے پھر ساتھ ہی ان کی اولاد کو نمبر وار تحریر کیا ہے۔

١......خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے صاحبزادے قاسم بن رسول اللہ

پیدا ہوئے۔

۲......اس کے بعد حضور ﷺ کی صاحبزادی زینب متولد ہوئیں، یہ حضور ﷺ کی تمام صاحبزادیوں سے بڑی تھیں ان کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا جوان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ یعنی ہالہ بنت خویلد بن اسد کے بیٹے تھے۔

۳......پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی صاحبزادی رقیہ پیدا ہوئیں۔

۴......اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

۵......اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

بلاذری نے یہاں ہر ایک کے احوال کی تفصیل دے دی ہے۔

(کتاب انساب الاشراف تحت ازواج رسول اللہ ﷺ وولدہ ۱/۳۹۶، ۳۹۷، ۴۰۱، ۴۰۲)

علامہ ابن حزم اندلسی اور اولادِ رسول

علامہ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب ''جمہرۃ انساب العرب'' میں حضور ﷺ کے نسب شریف کا ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔

''هذا نسب عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدمناف''

اس کے تحت بعبارت ذیل مسئلہ ہذا ذکر کیا ہے:

وكان له عليه السلام من البنات زينب اكبرهن وتاليها رقية وتاليها فاطمة وتاليها ام كلثوم ام جميع ولده حاشا ابراهيم خديجة ام المؤمنين بنت خويلد بن اسد بن عبدالعزى بن قصي۔

(جمهرة انساب العرب تحت هذا نسب عبدالله بن عبدالمطلب ص:۱۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، زینب سب سے بڑی تھیں۔ ان کے بعد رقیہ، ان کے بعد فاطمہ اور ان کے بعد ام کلثوم۔

حضور ﷺ کی تمام اولاد حضرت ابراہیم کے علاوہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔

صاحب الاستیعاب اور بنات رسول

علی ما تواترت به الاخبار فی ترتیب بنات النبی ﷺ انّ زینب الاولی ثم الثانیة رقیة ثم الثالثة امّ کلثوم ثم الرابعة فاطمة الزهراء رضی الله عنهن والله اعلم۔

(الاستیعاب ۲/۷۳۹)

نبی کریم علیہ السلام کی چار صاحبزادیوں کی ترتیب متواتر احادیث مبارکہ سے یوں ہے کہ حضرت سیدہ زینب پہلی، سیدہ رقیہ دوسری، سیدہ ام کلثوم تیسری اور پھر سیدہ فاطمہ الزہراء نبی کریم ﷺ کی چوتھی شہزادی تھیں رضی اللہ عنہن۔

مزید لکھتے ہیں:

قال قتادة ولدت له خدیجة غلامین واربع بنات القاسم وبه کان یکنی وعاش حتی مشی وعبدالله مات صغیرا۔ ومن النساء فاطمة وزینب ورقیة وامّ کلثوم رضی الله عنهم۔

(الاستیعاب ۲/۷۱۸)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے نبی کریم ﷺ کے دو شہزادے تھے اور چار شہزادیاں، حضرت قاسم وہ صاحبزادے جن سے حضور کی کنیت ابوالقاسم تھی وہ چلنے تک زندہ رہے حضرت

عبداللہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گئے اور شہزادیوں سے حضرت فاطمہ، زینب، ام کلثوم اور سیدہ رقیہ تھیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

امام بیہقی اور بنات رسول

عن الزھری قال اول امراۃ تزوجھا رسول اللہ ﷺ خدیجۃ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی تزوجھا فی الجاھلیۃ وانکحہ ایاھا ابوھا خویلد فولدت لرسول اللہ ﷺ القاسم وبہ یکنی والطاھر وزینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ رضی اللہ تعالی عنھم ۔(بیھقی شریف ۷/۷۰)

زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ''پہلی عورت جس سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرمایا حضرت سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی ہیں نبی کریم ﷺ نے اظہار نبوت سے قبل ان سے نکاح فرمایا اور حضرت خدیجہ کا نکاح ان کے والد خویلد نے کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد امجاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے دوسرے صاحبزادے آپ کے طاہر ہیں اور چار صاحبزادیاں ہیں حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ رقیہ، حضرت سیدہ ام کلثوم اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہن۔

امام یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمۃ اللہ علیہ اور بنات رسول

حضور نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔

۱...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ ۲...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

۳......حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ ۴......حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

اور آپ کے صاحبزادوں کی تعداد تین تھی۔

۱......سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ ۲......سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ

۳......سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

بعض لوگوں نے اس تعداد پر طیب مطیب طاہر اور مطہر کا اضافہ بھی کیا ہے۔ حضرت قاسم سب سے پہلے صاحبزادے ہیں جو بعثت سے پہلے پیدا ہوئے حضور ﷺ کی کنیت انہی کے نام سے تھی وہ چلنے تک زندہ رہے۔ایک روایت میں ہے کہ وہ دوسال تک زندہ رہے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی اور بنات رسول

قال ابن اسحق :فولدت لرسول اللہ ﷺ ولدہ کلھم الا ابراھیم القاسم وکان بہ یکنی والطیب والطاھر وزینب ورقیۃ وام کلثوم وفاطمۃ ۔(البدایۃ والنھایۃ ۲/۲۹۴)

ابن اسحاق نے کہا کہ: نبی اکرم ﷺ کی تمام اولاد پاک حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے ہے سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے (حضور کے ایک صاحبزادے) حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن سے آپ کی کنیت (ابوالقاسم) تھی اور طیب وطاہر اور سیدہ زینب ،رقیہ ،ام کلثوم اور فاطمۃ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

حضرت شیخ محقق محدث دہلوی اور بنات رسول

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں:

واضح رہنا چاہیے کہ جن اولاد کرام صلوات اللہ وسلامہ علی ابیھم وعلیھم اجمعین پر تمام کا اتفاق بیان کیا گیا ہے وہ چھ (٦) رسول زادے ہیں دو فرزند ہیں حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم اور چار صاحبزادیاں ہیں سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے سوا میں اختلاف ہے اور بعض علماء، طیب وطاہر کو بھی شمار کرتے ہیں لہذا کل آٹھ رسول زادے ہوئے، چار فرزند اور چار صاحبزادیاں اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت قاسم وابراہیم کے سوا ایک فرزند عبداللہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں صغرسنی کے عالم میں جہان سے رخصت ہو گئے اور طیب وطاہر ان کا لقب ہے۔

(مدارج النبوت ۲/۷۱، ۷۷)

حافظ ابن عساکر اور بنات رسول

وكان اول من مات ولده القاسم ثم مات عبدالله بمكة ثم ولدت له مارية بالمدينة ابراهيم في ذى الحجة سنة ثمان من الهجرة فمات ابن ثمانية عشر شهرا قال هشام ابن الكلبى قد تزوج زينب بنت رسول الله ﷺ ابوالعاص ابن ربيع بن عبدالعزى بن شمس بن عبد مناف فولدت له عليا و امامة و توفيت سنة ثمان من الهجرة واما رقية فقد تزوجها عتبة ابن ابى لهب وتزوج ام كلثوم عتيبة بن ابى لهب فلم يبتنيا بهما حتى بعث رسول الله ﷺ فلما انزل الله تعالى تبت يدا ابى لهب وتب قال لهما ابوهما راسى من راسكما حرام ان لم تطلقا ابنتيه ففارقا هما ولم يكونا دخلا بهما فتزوج عثمان بن عفان رقية

فولدت له عبدالله الذی تکنی به وبلغ ستة سنین فنقرة دیك علی عینیه فمات و توفیت رقیة و رسول الله ﷺ ببدر فقدم زید بن حارثة المدینة بشیرا بما فتح الله علی نبیه ببدر فجاء حین سوی التراب علی رقیة و کانت صبیحة یوم الجمعة لسبع عشرة لیلة مضت من شهر رمضان من السنة الثانیة من الهجرة ثم تزوج عثمان ام کلثوم فماتت عنده فی شعبان سنة تسعة من الهجرة ولم تلد له شیئافقال رسول الله ﷺ لو کانت عندی ثالثة لزوجتها عثمان وتزوج علی بن ابی طالب فاطمة لثلاث بقین من شهر صفر من السنة الثانیة من الهجرة فولدت له الحسن والحسین وام کلثوم و زینب و توفیت بعد النبی ﷺ بستة اشهر۔

(تاریخ ابن عساکر ۲۹۲/۱)

نبی کریم ﷺ کی اولاد پاک سے پہلے جوفوت ہوئے وہ حضرت قاسم تھے پھر حضرت عبداللہ کا وصال مکہ میں ہوا پھر حضور ﷺ کے ہاں ماریہ سے حضرت ابراہیم مدینہ طیبہ میں ذی الحجہ ۸ ہجری میں پیدا ہوئے تو وہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے ہشام بن کلبی نے کہا تحقیق حضرت سیدہ زینب بنت رسول ﷺ سے نکاح ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزی بن عبدشمس بن عبدمناف نے کیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ابوالعاص کے ہاں علی اورامامہ پیدا ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ۸ ہجری میں انتقال ہو گیا اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ تو ان سے عتبہ بن ابی لہب نے نکاح کیا اور حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سے عتیبہ بن ابی لہب نے نکاح کیا ابھی (رخصتی نہیں

ہوئی تھی) کہ نبی کریم علیہ السلام نے اظہار نبوت فرمایا تو جب اللہ تعالیٰ نے
تبت یدا ابی لھب نازل فرمائی توان دونوں کوان کے باپ ابولہب نے کہا
کہ میری سرداری کی سجادگی تمہارے لئے حرام ہوگی اگر تم نے محمد (ﷺ) کی
دونوں صاحبزادیوں (حضرت) رقیہ اور (حضرت) ام کلثوم (رضی اللہ تعالیٰ
عنہما) کوطلاق نہ دی توان دونوں نے ان دونوں شہزادیوں کوقبل از آباد کرنے
کے ہی چھوڑ دیا تو حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رقیہ رضی
اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ کی اولاد حضرت عبداللہ پیدا ہوئے اورانہیں کے نام سے آپ کی کنیت
(ابوعبداللہ) تھی چھ برس کی عمر کو پہنچے تو مرغ نے ان کی آنکھ پر چونچ ماری
تو حضرت عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کا وصال ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ غزوہ بدر میں تشریف لے گئے تھے کہ حضرت سیدہ رقیہ بنت
رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا۔

پھر حضرت زید بن حارثہ غزوہ بدر کی کامیابی کی خوشخبری لے کر مدینہ منورہ آئے
تو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک ومنور پر مٹی ڈالی جارہی تھی اور بدر
کا واقعہ جمعہ کی صبح سترہویں رمضان المبارک ۲ ہجری میں ہوا پھر حضرت سیدنا عثمان غنی
رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ سے نکاح فرمایا تو وہ بھی
حضرت عثمان کے گھر شعبان ۹ ہجری میں فوت ہوگئیں اوران سے کوئی بچہ نہ پیدا ہوا
پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اگر میرے پاس تیسری لڑکی کنواری ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان ہی سے
کردیتا۔

اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ستائیس صفر ۲ ہجری کو نکاح فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (کے بطن اقدس) سے حضرت امام حسن، حضرت امام حسین، حضرت ام کلثوم بنت علی اور حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئیں اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے وصال سے چھ ماہ بعد رحلت فرما گئیں۔

حافظ ابن کثیر اور بنات رسول

فخطبها اليه وتزوجها فولدت له اولاده كلهم الا ابراهيم زينب ورقية وام كلثوم وفاطمة والقاسم وبه كان يكنى وعبدالله والطاهر والطيب۔

(تاریخ کامل لابن الاثیر ۱۴/۲)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم علیہ السلام نے پیغام نکاح دیا پھر ان سے نکاح فرمایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد پاک پیدا ہوئی سوائے ابراہیم کے اور حضور ﷺ کی اولاد پاک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ اور قاسم جن سے حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور عبداللہ اور طیب وطاہر۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

علامہ زرقانی اور بنات رسول

علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اعلم انّ جملة ما اتفق عليه منهم ستة القاسم اولهم وابراهيم

آخرهم و اربع بنات زينب اكبرهن و رقية و ام كلثوم وفاطمة اصغرهن على الاصح۔

(زرقانی ۳/۱۹۲)

جان لے کہ نبی کریم ﷺ کی اولاد پاک جن پر سب کا اتفاق ہے وہ چھ ہیں ان میں سے سب سے پہلے حضرت قاسم ہیں اور سب سے آخر حضرت ابراہیم ہیں اور سرکار کی چار بیٹیاں ہیں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما اور سب سے چھوٹی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

قارئین کرام! آپ نے بنات رسول ﷺ کا مسئلہ علمائے سیر اور ائمہ انساب کی تحقیقات کی روشنی میں مطالعہ فرمالیا۔ ان سب علمائے انساب و سیر نے رسالت مآب ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کا سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے متولد ہونا درج کیا ہے اس سے واضح ہوا کہ ان کے لے پالک ہونے کا جو گھناؤنا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے وہ سراسر بے بنیاد اور تاریخ اسلام کو مسخ کرنے کی ایک بھونڈی کوشش ہے۔ نبی کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں آپ ﷺ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بیٹیاں ہیں۔ علماء سیر اور ائمہ انساب کی تحقیق بقدر ضرورت آپ کے سامنے آگئی جس سے مسئلہ ہذا کو سمجھنا آپ کے لئے قطعاً مشکل نہیں رہا۔

اس کے بعد ہم قارئین کی خدمت میں اہل تشیع کے ائمہ مجتہدین اور علماء اکابرین کی تحریرات پیش کرتے ہیں تاکہ فریقین کی کتب سے مسئلہ ہذا کی صحت قارئین پر مزید واضح ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

اولادِ رسول اور علمائے شیعہ

علمائے شیعہ اوران کے مجتہدین نے نبی کریم ﷺ کی اولاد (جو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے متولد ہوئی) کو علمائے اہلسنت کے عقائد کے مطابق ذکر کیا ہے سوائے نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے (جو حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے متولد ہوئے) یعنی اہل تشیع نے نبی کریم ﷺ کی تمام اولاد کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے متولد ہونا اپنی کتب میں درج کیا ہے۔

اب ہم شیعہ محققین کی عبارات پیش کر کے آپ ﷺ کی بنات اربعہ کے مسئلہ کو ثابت کریں گے کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں چار تھیں جو بالیقین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے متولد ہوئیں۔ موجودہ دور میں بعض شیعہ محققین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آپ کی تینوں حقیقی بہنوں یعنی سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن کے آپ ﷺ کی حقیقی اولاد ہونے کا انکار کرتے ہیں، ان کا نظریہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حقیقی بیٹی صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں اور سیدہ فاطمہ کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی تینوں بیٹیاں سیدہ خدیجہ کے سابق شوہروں کی اولادیں ہیں، یا سیدہ خدیجہ کی خواہرزادیاں ہیں۔ یہ سراسر غلط ہونے کے ساتھ ساتھ جمہور اہل اسلام کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔ یہی نہیں بلکہ اہل تشیع کے معتبر محققین کے نظریے کے بھی خلاف ہے۔ اس قسم کے نام نہاد محققین ان مسائل کے ذریعے اہل اسلام میں اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو امت مسلمہ کے ساتھ ظلم عظیم سے کم

نہیں اور امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہے۔سب سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ کی اولاد پر بہت بڑا افترا ہے جو نبی کریم ﷺ کے خاندان کے ساتھ برتا جارہا ہے اور اس مقدس خاندان کی بے ادبی اور توہین کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو آقا کریم ﷺ کی آل اور اولاد کا صحیح معنوں میں ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　بے ادب محروم ماند ز لطف ربّ

محمد بن یعقوب کلینی اور مسئلہ بنات رسول

اہل تشیع کے مشہور محقق محمد بن یعقوب کلینی اپنی مشہور کتاب ''اصول کافی'' جو شیعہ مکتب فکر کی ''اصول اربعہ'' میں سے اول نمبر کی کتاب ہے یہی نہیں بلکہ اس کتاب کو ان کے نزدیک ''امام غائب'' کی تصدیق بھی حاصل ہے،تمام شیعہ علماء ومجتہدین اس کتاب کی توثیق کرتے ہیں اور اس کی روایات ومندرجات کو درست تسلیم کرتے ہیں۔اس کتاب میں ہے کہ:

وتزوج الخديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر وفاطمة عليهم السلام۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبی ﷺ طبع نول کشور لکھنؤ ص:۲۷۹)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ کے ساتھ نکاح کیا اس وقت حضور ﷺ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی بعثت سے قبل یہ اولاد پیدا ہوئی۔قاسم، رقیہ، زینب، ام کلثوم اور بعثت کے بعد آپ ﷺ کی اولاد طیب طاہر اور فاطمہ (ان سب پر سلام ہو) پیدا ہوئیں۔

اصول کافی کی اس معتبر روایت نے یہ مسئلہ واشگاف الفاظ کے ساتھ واضح کردیا کہ رسالت مآب ﷺ کی چار صاحبزادیاں ہیں اور چاروں خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہیں۔ یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج سے پیدا شدہ نہیں ہیں۔

اصول کافی کے شارحین نے اس روایت کی تشریح اور توضیح بڑے عمدہ طریقہ سے کی ہے۔ اس کی کئی شروح عربی میں ہیں مثلاً مرآۃ العقول شرح اصول'' از ملا باقر مجلسی وغیرہ اور فارسی میں اس کی مشہور شرح ''الصافی'' شرح اصول کافی (از ملا خلیل قزوینی) ہے ان سب شارحین نے روایت بالا کو درست تسلیم کیا ہے اور اس کی حسب دستور شرح کی ہے یعنی اس روایت کو ضعیف قرار دے کر رد نہیں کیا بلکہ صحیح تسلیم کیا ہے۔

اب اگر چودھویں صدی کے شیعہ اور مجلس خواں اس روایت کو ضعیف بنا کر رد کرنا چاہتے ہیں تو یہ لوگ پہلے ضعفِ روایت کی کوئی معقول وجہ پیش کریں جو اس فن کے علماء کے نزدیک مسلم ہو ورنہ یہ ان کے اپنے مجتہدین اور ائمہ کرام کے ساتھ بغاوت ہوگی اور ان کا یہ عمل اپنے اکابرین سے قوم کو برگشتہ کرنے کے مترادف ہوگا۔

اب ہم ''اصول کافی'' کی روایت بالا کی شرح ''الصافی'' سے ملا خلیل قزوینی کی زبانی نقل کرتے ہیں تاکہ قارئین کو تسلی ہو جائے کہ روایت ہذا کا مفہوم وہی صحیح ہے جو ہم نے نقل کیا ہے۔ ملا خلیل قزوینی لکھتے ہیں:

> نزنی خواست خدیجہ را او فرزند بست سالہ و کسری بود پس زادہ شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالتِ او قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم و زادہ شد برائے او بعد از رسالت طیب و طاہر و فاطمہ۔

(الصافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جز سوم حصہ دوم باب مولد النبی ووفاتہ طبع نول کشور لکھنؤ ص:۱۴۷)۔

ملا خلیل کی عبارت کا مفہوم وہی کچھ ہے جو ہم نے اوپر اصل روایت کے تحت اردو میں ذکر کر دیا ہے یعنی خدیجہ سے رسالت مآب ﷺ کی اولاد مندرجہ ذیل متولد ہوئی ۔رسالت سے پہلے قاسم ،رقیہ، زینب اورام کلثوم پیدا ہوئے اور رسالت کے بعد طیب وطاہر اور فاطمہ (علیہم الرضوان) پیدا ہوئے۔

شیخ صدوق ابن بابویہ اور مسئلہ بنات رسول

اصول اربعہ کے مشہور مصنف شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے اپنی مشہور تصنیف ''کتاب الخصال'' میں یہ مسئلہ متعدد بار ذکر کیا ہے وہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ولد لرسول اللہ ﷺ من خدیجة القاسم والطاھر وھو عبداللہ وام کلثوم ورقیة وزینب وفاطمة وتزوج علی ابن ابی طالب فاطمة وتزوج ابوالعاص بن الربیع وھو رجل من بنی امیة زینب وتزوج عثمان بن عفان ام کلثوم وماتت ولم یدخل بھا ولما ساروا الی بدر زوجه رسول اللہ رقیة ۔

(کتاب الخصال باب السبعة ص:۳۷۵)

ترجمہ:امام جعفر صادق نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی ۔قاسم ،طاہر انہی کو عبداللہ کہتے ہیں ۔ام کلثوم ،رقیہ ،زینب اور فاطمہ پھر علی ابن ابی طالب نے فاطمہ سے نکاح کیا اور ابوالعاص بن ربیع نے جو بنی امیہ میں سے تھے زینب کے ساتھ نکاح کیا اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے نکاح کیا۔رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثوم فوت ہوگئیں پھر جب

غزوہ بدر کی طرف جانے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے عثمان کا نکاح اپنی شہزادی رقیہ سے کر دیا۔

شیخ صدوق ابن بابویہ اسی مقام پر نبی کریم ﷺ کا ایک قول مبارک نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ:

فان اللہ تبارك وتعالی بارك فی الولود الودود و ان خدیجة رحمها الله ولدت منی طاهرا وهو عبدالله وهو المطهر وولدت منی القاسم وفاطمة ورقیة وام كلثوم وزینب۔

(کتاب الخصال باب السبعة ص: ۳۷۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عورت میں برکت رکھی ہے جو زیادہ بچے جننے والی اور اپنے شوہر اور اولاد کے ساتھ محبت کرنے والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے کہ اس کے بطن سے میری اولاد ہوئی طاہر جس کو عبداللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے میرے ہاں قاسم، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔

شیخ صدوق نے مذکورہ دونوں عبارات میں صاف طور پر آپ ﷺ کی حقیقی چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے اور ان کے سابق ازواج سے ہونے کی تردید کر دی ہے۔

شیخ صدوق نے اپنی ''امالی'' میں المجلس السابع والستون صفحہ ۲۶۲ میں نبی کریم ﷺ سے ایک خطبہ ذکر کیا ہے جو حضور ﷺ نے لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا تھا اور شیخ عبداللہ نے بھی ''تنقیح المقال'' کے آخر میں تذکرہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ

میں یہی فضیلت ذکر کی ہے جو رسالت مآب ﷺ نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمائی اس میں مذکور ہے کہ:

یا معشر الناس الا ادلکم علی خیر الناس خالا وخالة قالوا بلی یارسول اللّٰه قال الحسن والحسین فان خالهما القاسم بن رسول اللّٰه وخالتهما زینب بنت رسول الله ثم قال بیده هکذا یحشرنا اللّٰه ثم قال اللّٰهم انك تعلم ان الحسن فی الجنة والحسین فی الجنة وجدهما فی الجنة وجدتهما فی الجنة واباهما فی الجنة امهما فی الجنة عمهما فی الجنة وعمتهما فی الجنة وخالهما فی الجنة وخالتهما فی الجنة۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں ایسے اشخاص پر رہنمائی نہ کروں جو سب لوگوں سے ماموں اور خالہ کے اعتبار سے بہترین ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! فرمایئے، تو نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ حسن اور حسین ہیں اور ان کے ماموں القاسم بن رسول اللہ ہیں اور ان دونوں کی خالہ زینب بنت رسول اللہ ہیں پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اس طرح ہمیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع فرمائے گا پھر کہا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ حسن جنت میں ہے، حسین جنت میں ہے، ان دونوں کے جد یعنی (نانا) جنت میں ہیں، ان کی (جدہ) یعنی نانی جنت میں ہے ان دونوں کے والد جنت میں ہیں ان دونوں کی والدہ جنت میں ہے ان دونوں کے چچا یعنی (جعفر طیار رضی اللہ عنہ) جنت میں ہیں ان دونوں کی پھوپھی یعنی (ام ہانی) جنت میں ہے ان کے ماموں (قاسم) جنت میں ہے اور ان کی خالہ

(زینب بنت رسول اللہ) جنت میں ہے۔

رسالت مآب ﷺ کے مذکورہ خطبہ کو بے شمار شیعہ علماء نے نقل کیا ہے۔ یہاں صرف دو تین حوالے درج کیے جاتے ہیں اس فرمان نبوی سے ثابت ہو گیا کہ:

۱......حضرت زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی حقیقی صاحبزادی ہیں۔

۲......حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی قابل صد احترام خالہ ہیں۔

۳......اور یہ بھی اس ارشاد نبوی کے ذریعے ثابت ہوا کہ زینب بنت رسول اللہ قیامت میں نبی اقدس ﷺ کی معیت میں ہوں گی۔

۴......اور اپنے خواہر زادوں حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ جنت میں ہوں گی۔

۵......حضرت زینب کے جنتی ہونے کی بشارت بھی اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے۔

آج کل بعض شیعہ مصنفین اپنی تصانیف میں بڑی بے باکی کے ساتھ تحریر کر رہے ہیں:

آپ ﷺ کی ان تین صاحبزادیوں (زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن کی کوئی فضیلت کسی سنی وشیعہ کتاب میں دستیاب نہیں ہے)۔

جو سراسر جھوٹ اور بہتان ہے وگرنہ جس طرح اہلسنت کی کتب اہل بیت اطہار کے تذکرہ سے خالی نہیں بالکل اسی طرح اہل تشیع کی کتب میں بھی نبی کریم ﷺ کی اولاد امجاد کے تذکرے اور فضائل موجود ہیں۔ لیکن دیدہ کوران فضائل کو پڑھنے سے قاصر ہیں۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

ہمارا اہل تشیع کو مفت مشورہ ہے کہ وہ تعصب کی عینک آنکھوں سے اتار کر اپنے ہم مسلک محققین کی کتب کا صدق دل سے مطالعہ کریں انہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل کے ساتھ ہی ان کی تینوں حقیقی بہنوں کے فضائل بھی مل جائیں گے اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔آمین

مشہور مؤرخ یعقوبی اور مسئلہ بنات رسول

شیعہ کے قدیم ومشہور مؤرخ یعقوبی (جو تیسری صدی ہجری میں گزرے ہیں) نے رسالت مآب ﷺ کی اولاد شریف جو خدیجۃ الکبریٰ سے متولد ہوئی تھی ''تاریخ یعقوبی'' میں مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ درج کی ہے:

وتزوج رسول الله خديجة بنت خويلد وله خمس وعشرون سنة وقيل تزوجها وله ثلاثون سنة وولدت له قبل ان يبعث القاسم ورقية و زينب و ام كلثوم وبعد ما بعث عبدالله وهو الطيب والطاهر لانه ولد في الاسلام وفاطمة۔

(تاریخ یعقوبی تحت تزویج خدیجة بنت خویلد ۲/۲۰)

ترجمہ: جس وقت نبی اقدس ﷺ نے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے رشتۂ زوجیت قائم فرمایا تو آپ کی عمر مبارک پچیس یا تیس سال تھی اور بعثت سے پہلے نبی اقدس ﷺ کی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ قاسم رقیہ زینب اور ام کلثوم تھے اور آپ کی بعثت کے بعد عبداللہ (جو دور اسلام میں پیدا ہونے کی بناپر طیب وطاہر کے نام سے مشہور تھے) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا متولد ہوئیں۔

تیسری صدی ہجری کے مشہور مؤرخ ومعتبر شیعہ مؤرخ نے اولاد شریف کے مسئلہ کو بڑے واضح الفاظ میں قبل بعثت اور بعد از بعثت کا فرق بیان کر کے صاف طور پر

درج کیا ہے۔تمام صاحبزادیوں کا جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہونا ایک مسلمہ امر ہے جس پر شیعہ وسنّی سب حضرات متفق ہیں۔

اہل تشیع کا آقا کریم کی تین صاحبزادیوں کو سابق ازواج کی اولاد متفق بتانا اپنی تمام کتب کی تکذیب کرنا ہے جو کسی عقلمند آدمی کے شایان شان نہیں ہے۔

عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی اور مسئلہ بنات رسول

امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے شیعہ کا ایک مشہور عالم عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی ہے اس نے اپنی مشہور ومعتبر کتاب ''قرب الاسناد'' میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے جسے انہوں نے اپنے والد امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولد لرسول الله ﷺ من خديجة القاسم والطاهر وام كلثوم ورقية وفاطمة وزينب وتزوج علي عليه السلام فاطمة عليها السلام وتزوج بن الربيع وهو من بني امية زينب وتزوج عثمان بن عفان ام كلثوم ولم يدخل بها حتى هلكت وزوجه رسول الله ﷺ مكانها رقية ......الخ

(قرب الاسناد لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری تحت ذکر اولاد نبوی مطبوعہ ایران تہران ص:٦)

یعنی امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے رسالت مآب ﷺ کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی ۔القاسم ، الطاہر ،ام کلثوم ،رقیہ ،فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہما وعنہن ۔علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی اور بنوامیہ سے

ابوالعاص بن ربیع نے زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ام کلثوم فوت ہو گئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی جگہ عثمان کا رقیہ سے نکاح کر دیا۔

ائمہ کی اس روایت نے مسئلہ ہذا کو کھول کر بیان کر دیا کہ رسالت مآب ﷺ کی چار حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پیدا شدہ ہیں۔ کسی سابق ازواج کی اولاد میں سے نہیں اور نہ ہی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کی اولاد ہیں۔

حیلہ یا عذر لنگ

قارئین کی خدمت میں یہ اطلاع کرنی موزوں ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان چونکہ بعض شیعہ صاحبان کو مضر ہے اس لئے سابق شیعہ علماء اس کی یہ توجیہہ کرتے تھے کہ امام کا یہ فرمان بطور تقیہ کے صادر ہوا ہے، اس کے بغیر ان کے پاس کوئی تدبیر نہ تھی۔

اب چودہویں صدی کے بعض تیز شیعہ صاحبان نے یہ راہ اختیار کر لی ہے کہ اس روایت کا راوی ضعیف ہے اور وجہ ضعف بیان کرنے کے لئے ایک خام سی تجویز پیش کی ہے کہ اس راوی کا نام فلاں ہے اور یہ شخص عامی (یعنی سنی) ہے فلہذا یہ روایت قابل قبول نہیں۔

سبحان اللہ! امام کے فرمان کو تسلیم نہ کرنے کا یہ عجیب حیلہ تجویز کیا گیا ہے۔ حالانکہ شیعوں کے معتبر ترین محققین نے مذکورہ روایت کے راوی سعدہ بن صدقہ سے روایت نقل کی ہے

چند محققین کے نام شیخ صدوق ملا باقر مجلسی، شیخ عباس قمی، عبداللہ مامقانی۔ نیز مذکورہ راوی (سعد بن صدقہ) امام جعفر صادق کا مخلص اور قابل شاگرد ہے جس کی روایات عندالشیعہ قابل قبول ہیں۔

مشہور شیعہ مؤرخ مسعودی اور مسئلہ بنات رسول

مسعودی اپنی مشہور کتاب مروج الذہب میں نقل کرتا ہے:

وکل اولاده ﷺ من خديجة خلا ابراهيم -و ولد له ﷺ القاسم وبه كان يكنى وكان اكبر بنيه سنا ورقية و ام كلثوم وكانتا تحت عتبة وعتيبة ابني ابى لهب (عمه) فطلقاهما لخبر يطول ذكره فتزوجهما عثمان بن عفان واحدة بعد واحدة وزينب وكانت تحت ابى العاص بن ربيع ......الخ

(مروج الذهب للمسعودی تحت امور واحوال من مولده الى وفاته ﷺ ۲۹۸/۲)

ترجمہ: یعنی رسالت مآب ﷺ کی تمام اولاد شریف صاحبزادہ ابراہیم کے سوا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی۔ آپ ﷺ کے صاحبزادہ قاسم پیدا ہوئے جن کے نام سے جناب رسالت مآب ﷺ کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہے اور یہ صاحبزادے آپ ﷺ کے دیگر صاحبزادوں سے عمر میں بڑے تھے اور رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما پیدا ہوئیں ان کا نکاح آپ ﷺ کے چچا ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے اسلام سے قبل کے دستور کے مطابق کیا گیا پھر انہوں نے (رخصتی سے قبل) طلاق دے دی اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان سے یکے بعد دیگرے ان دونوں صاحبزادیوں کا نکاح ہوا اور ایک صاحبزادی زینب تھیں جن کا نکاح ابوالعاص ابن ربیع کے ساتھ ہوا تھا۔

ان ہر سہ صاحبزادیوں کے ذکر کے ساتھ مسعودی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ بھی مفصل کیا ہے۔ مسعودی کے بیان سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے چاروں صاحبزادیوں کا نبی کریم ﷺ کی اولاد شریف ہونا بالکل واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے۔

گویا کہ شیعہ کے مشاہیر مؤرخین (یعقوبی و مسعودی وغیرہ) نے چار صاحبزادیوں کے مسئلہ کو عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے، جس میں انکار و اعراض کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ ان تمام تفاصیل کو ملاحظہ کرنے کے بعد پھر بھی اگر آپ ﷺ کی اولاد کو تسلیم نہ کیا جائے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج سے ہونے کی رٹ لگائی جائے تو یہ محض ہٹ دھرمی ہی نہیں بلکہ سیرت و تاریخ اسلامی کے ساتھ خاص عناد کا سا معاملہ ہے۔ اور اس کو قطع و برید کرنا مقصود ہے۔

عقلمند آدمی اپنی تاریخ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ وہ تاریخی راویات کو محفوظ رکھا کرتے ہیں۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغہ اور مسئلہ بنات رسول

نہج البلاغہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات کا مستند مجموعہ ہے اس کتاب میں ایک مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وانت اقرب الی رسول اللہ ﷺ وشیجۃ رحم منھما وقد نلت من صھرہ مالم ینالا ......

(نهج البلاغة تحت ومن كلام له عليه السلام لما اجتمع الناس عليه وشكوا ما نقموه على عثمان ۱/۳۰۳)

ترجمہ: اے عثمان ! آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے قرابت اور رشتہ داری میں زیادہ قریب ہیں اور آپ ﷺ نے نبی پاک ﷺ کے ساتھ دامادی کا شرف پایا ہے جسے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نہیں پا سکے (یعنی آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے (جو "نہج البلاغہ" میں مذکور ہوا ہے) یہ بات صراحۃً ثابت ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قرابت داری کے مسئلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما سے مقدم سمجھتے ہیں اور آپ ﷺ کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حقیقی داماد قرار دیتے ہیں اور وہ دامادی مشہور ومعروف ہے یعنی آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادیوں کے مسئلہ کی اس کلام کے ذریعے پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ان واضح تائیدات کے پائے جانے کے باوجود آپ ﷺ کی حقیقی صاحبزادیوں کے مسئلہ کا انکار کرنا صریح دروغ گوئی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرمان بالا کی تکذیب ہے۔

ناظرین کرام کے لئے یہ اطلاع کرنی مناسب ہے کہ "نہج البلاغہ" کے شارحین (ابن ابی الحدید، ابن میثم بحرانی اور صاحب درہ نجفیہ) وغیرہم نے نہج البلاغہ کے متن بالا کے تحت رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادیوں (حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے ہونا درج کیا ہے

یہ تمام شارحین حضور نبی اکرم ﷺ کی حقیقی صاحبزادیوں کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی ہونا تسلیم کرتے ہیں نہ کہ سابق ازواج سے۔

دوسرے لفظوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حقیقی طور پر داماد ہیں۔ لے پالک بیٹیوں کے اعتبار سے داماد نہیں۔

ملا باقر مجلسی اور مسئلہ بنات رسول

شیعہ مذہب کے ایک اور مشہور اور متبحر عالم اور مجتہد ملا باقر مجلسی اصفہانی (جو گیارہویں صدی کے مشہور مجتہد ہیں) اپنی کتاب ''حیات القلوب'' باب ۵۲ میں لکھتے ہیں:

پس اول فرزندے کہ از برائے او بہم رسید عبداللہ بود کہ او را عبد اللہ وطیب وطاہر ملقب ساختند۔ وبعد از او قاسم متولد شد وبعضے گفتند کہ قاسم از عبداللہ بزرگ تر بود وچہار دختر از برائے حضرت آوردزینب ورقیہ وام کلثوم وفاطمہ۔

(حیات القلوب تحت عدد زنان آنحضرت ﷺ طبع نول کشور لکھنؤ ۲/۷۱۸)

یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے ہاں پہلے فرزند عبداللہ پیدا ہوئے جن کو طیب اور طاہر کے ساتھ ملقب کرتے تھے اور اس کے بعد قاسم متولد ہوئے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں قاسم عبداللہ سے بڑے تھے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ عنہن)

ملا باقر مجلسی نے ''حیات القلوب'' میں متعدد مقامات پر رسول اللہ ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کا ذکر خیر کیا ہے۔ اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

......ابن بابویہ بسند معتبر آنحضرت روایت کردہ است کہ از برائے حضرت

رسول متولد شد از خدیجہ قاسم وطاہر ونام طاہر عبداللہ بود وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ۔

وحضرت امیر المؤمنین فاطمہ را تزویج نمود وتزویج نمود زینب را ابوالعاص بن ربیع واو مردے بود از بنوامیہ وعثمان بن عفان ام کلثوم را تزویج نمود وپیش ازاں کہ بخانہ اور برود برحمت الٰہی واصل شد پس چوں بجنگ بدر رفتند حضرت رسول رقیہ را باو تزویج نمود۔

(حیات القلوب از ملا باقر مجلسی باب ۵۱ دربیان احوال اولاد امجاد آنحضرت طبع قدیم نول کشور لکھنؤ۔ص:۷۱۸)

ترجمہ: یعنی ابن بابویہ قمی نے امام جعفر صادق سے معتبر سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی یہ اولاد متولد ہوئی۔قاسم، طاہر جن کا نام عبداللہ تھا، ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تزوج کیا اور زینب کے ساتھ ابوالعاص نے نکاح کیا۔ابوالعاص بنی امیہ میں سے تھے اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم سے تزوج کیا پہلے اس کے کہ وہ ان کے گھر میں جائیں وہ رحمت الٰہی کے ساتھ واصل ہوئیں (یعنی فوت ہوگئیں) پس جب آپ ﷺ جنگ بدر کی طرف تشریف لے گئے رقیہ کی حضرت عثمان کے ساتھ شادی کردی۔

قارئین کرام پر واضح ہو کہ ملا باقر نے ان ہر دو قول (صاحبزادیوں کا سابق ازواج کی اولاد ہونا یا خواہرزادیاں ہونا) کی پرزور تردید کردی ہے۔

چنانچہ حیات القلوب اسی باب نمبر ۵۱ میں لکھتا ہے:

کہ برنفی ایں ہر دو قول روایات معتبرہ دلالت می کنند،

یعنی معتبر روایات ان ہر دو قول کی نفی پر دلالت کرتی ہیں۔

(حیات القلوب باب ۵۱ تحت احوال اولاد و امجاد آنحضرت طبع قدیم نول کشور لکھنو ۷۱۹/۲)

شیعہ محدث سید نعمت اللہ الجزائری اور مسئلہ بنات رسول

گیارہویں صدی ہجری کے شیعوں کے جلیل القدر محدث سید نعمت اللہ جزائری اپنی معروف تصنیف ''الانوار النعمانیہ'' جلد اول میں ذکر کرتے ہیں۔

انما ولدت لہ ابنان و اربع بنات زینب ورقیۃ وام کلثوم و فاطمۃ۔

ترجمہ: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نبی اقدس ﷺ کے ہاں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ایک زینب، دوسری رقیہ تیسری ام کلثوم اور چوتھی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(الانوار النعمانیۃ تحت نور مولودی طبع تبریز ایران ۳۶۷/۱)

شیعوں کے متبحر عالم سید نعمت اللہ الجزائری نے بھی اس مسئلہ کی تائید کردی کہ یہ چاروں آپ ﷺ کی حقیقی صاحبزادیاں ہیں اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہی متولد ہیں نیز یہ کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابق ازواج کی اولاد نہیں۔

شیخ عبداللہ مامقانی اور مسئلہ بنات رسول

معروف شیعہ مصنف شیخ عبداللہ مامقانی نے اپنی مشہور تصنیف ''تنقیح المقال فی احوال الرجال'' کی تیسری جلد کے آخر میں مستقل فصول ''النساء'' کے نام سے قائم کی ہیں۔ان میں صاحبزادی ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ کے تحت لکھا ہے اور منتہی المقال لابی علی میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ:

كانت خديجة اذ تزوجها رسول الله ﷺ بنت اربعين سنة وستة
اشهر وكان رسول الله يومئذ ابن احدى و عشرين سنة و
ولدت له اربع بنات كلهن ادركن الاسلام وهاجرن وهن زينب
وفاطمة ورقية وام كلثوم -

(تنقيح المقال فصل النساء باب الهمزة تحت ام كلثوم بنت رسول ﷺ ۷۲/۲)

ترجمہ: یعنی نبی اقدس ﷺ نے جس وقت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال اور چھ ماہ کی تھی اور آپ ﷺ کی عمر اس وقت اکیس سال کی تھی اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں ان تمام صاحبزادیوں نے اسلام کے دور کو پایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت بھی کی ۔ ان کے اسماء گرامی زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔

شیخ عبداللہ مامقانی نے اس مقام میں ہر ایک صاحبزادی کے اسماء گرامی کے تحت متعلقہ احوال درج کیے ہیں ۔ اہل علم وارباب تحقیق کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ شیخ مامقانی نے ان مقامات میں ان صاحبزادیوں کے لے پالک ہونے کی خوب نفی کر دی ہے۔

محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی اور مسئلہ بناتِ رسول

اہل تشیع کے متاخرین علماء میں ایک مشہور عالم ''محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی (المتوفی ۱۳۵۲ھ) جس کو وہ رکن الاسلام والمسلمین کے نام سے ذکر کرتے ہیں، نے اپنی مشہور و معتبر تاریخ ''منتخب التواریخ'' کے باب اول فصل پنجم میں آپ ﷺ کی

اولاد امجاد کا مفصل تذکرہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

آں بزرگوار (ﷺ) از خدیجۃ الکبریٰ سہ پسر داشت و چہار دختر جناب قاسم وزینب ورقیہ وام کلثوم کہ قبل از بعثت متولد شدند و جناب طیب وطاہر وفاطمہ زہرا کہ بعد از بعثت متولد شدند۔

(منتخب التواریخ باب اول فصل پنجم در ذکر اولاد امجاد آنحضرت ۳۳/۱)

ترجمہ: یعنی آپ ﷺ کے ہاں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں جناب قاسم، زینب، رقیہ اورام کلثوم بعثت سے پہلے اور جناب طیب، طاہر اور فاطمۃ الزہراء بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔

قارئین کی معلومات کے لئے ذکر کیا جاتا ہے کہ شیعہ کے باقی اکابر علماء کی طرح محمد ہاشم خراسانی شیعی جو اس دور کے مشہور شیعہ عالم کبیر ہیں نے بھی "منتخب التواریخ" کے اس مقام میں اولاد نبوی کے سلسلہ میں ہر چہار صاحبزادیوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور ہر ایک کے حالات کے سلسلہ میں ان کے ازواج اور شوہروں کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور چاروں صاحبزادیوں کے لئے تاریخہائے وفات مفصل الگ الگ برسوں میں درج کی ہیں جس اہل علم نے بھی اس کتاب کے اس مقام کو ملاحظہ فرمایا ہے وہ ان تفصیلات سے خوب واقف ہے اور ایک صاحبزادی کے پروپیگنڈہ کے جواب کے لئے صرف یہ ایک فصل پنجم ہی کافی وافی ہے بشرطیکہ اپنے اسلاف کی تکذیب کرنے کا جذبہ طبیعت پر غالب نہ ہو اور اپنے اکابر کی تغلیط کو نصب العین نہ بنالیا ہو۔

شیخ عباس قمی اور مسئلہ بنات رسول

شیخ عباس قمی چودہویں صدی کے مجتہدین شیعہ میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''منتہی الآمال'' جلد اول فصل ہشتم میں نبی کریم ﷺ کی اولاد شریف کا مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کیا ہے:

از حضرت صادق علیہ السلام روایت شدہ است از برائے رسول خدا ﷺ از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب وتزویج نمود فاطمہ را بحضرت امیر المؤمنین علیہ السلام وزینب راابا بی العاص بن ربیع از بنی امیہ بود وام کلثوم رابعثمان بن عفان......الخ

ترجمہ: یعنی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے رسول خدا ﷺ کی یہ اولاد متولد ہوئی طاہر، قاسم، فاطمہ، ام کلثوم رقیہ اور زینب پھر فاطمہ کا حضرت علی کے ساتھ نکاح کر دیا اور زینب کا ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ نکاح کیا جو بنی امیہ میں سے تھے اور ام کلثوم کا عثمان بن عفان کے ساتھ نکاح کیا جب ان کی وفات ہوئی تو اس کے بعد رقیہ کی ان کے ساتھ تزویج کر دی۔

شیخ عباس قمی نے اس مقام میں جناب رسالت مآب ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کے احوال مختلف عبارات میں ذکر کئے ہیں ان تفصیلات کے ذریعے ناظرین کی تسلی ہو جاتی ہے کہ حضرت کی حقیقی صاحبزادیاں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیدا شدہ ہیں وہ چار ہیں۔ اس چیز میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اور ان کے لے پالک ہونے کی جو تشہیر کی جاتی ہے وہ شیعوں کے ہاں بھی سراسر غلط بیانی ہے اور شیعہ ملت کے اکابرین کی تغلیط وتکذیب ہے۔

حاصل کلام

قارئین محترم ہم نے مذکورہ عبارات میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح کردی کہ نبی کریم ﷺ کی ایک نہیں بلکہ چار حقیقی بیٹیاں ہیں ہم نے اپنا موقف اپنے علماء کی زبانی نقل نہیں کیا بلکہ اپنا موقف اہل تشیع کے ان نامور محدثین، محققین، مؤرخین کی تحقیقات کی روشنی میں بیان کیا ہے جنہیں اگر شیعہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ چھوڑ دیتے ہیں تو اس مسلک کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ چند حوالہ جات مسئلہ ہذا کو واضح کرنے کی صرف جھلک ہیں وگرنہ اس موضوع پر کثیر مواد اہل تشیع کی کتب سے پیش کیا جاسکتا ہے۔

قارئین محترم! ہم نے اہل تشیع کے جن نامور علماء کی عبارات اپنے موقف کی وضاحت میں پیش کی ہیں یہ ایک دور کے علماء نہیں، بلکہ ائمہ کرام اور علماء متقدمین سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے ہر دور کے اکابرین شیعہ کے یہ فرمودات ہیں ان تمام میں ''بنات طیبات'' کے لے پالک ہونے کی بجائے حقیقی چار صاجبزادیاں ہونے کا مسئلہ نہایت وضاحت سے بیان کردیا گیا ہے۔ اس کے بعد کوئی منصف مزاج اور ہوشمند آدمی ان کے حقیقی اولاد نبوی ہونے میں ذرہ برابر شبہ نہیں کرسکتا۔

باانصاف قارئین کے لئے مسئلہ ہذا کی ''صداقت'' اور ''حقانیت'' معلوم کرنے کے لئے شیعہ کتب سے معتد بہ مواد سامنے آ گیا ہے مندرجہ حوالہ جات میں ''تواتر طبقاتی'' پایا گیا ہے جس کا انکار کوئی باہوش انسان نہیں کرسکتا۔

☆......اب خود غور فرمالیں کہ ان کے ائمہ کرام سچے ہیں؟ یا موجودہ دور کے ''مرثیہ خواں''؟

☆......ان کے مجتہدین صادق ہیں یا آج کل کے ''مجلس خواں''؟

☆......ان کے اکابر علماء ملت ''راست گو'' ہیں؟ یا یہ چھوٹے معیار کے ''سوزخواں''؟

☆......اسی طرح شیعہ ملت کے بلند معیار کے مؤرخین وسیرت نگار درست فرماتے ہیں؟ یا یہ ماتم کی مجالس گرم کرنے والے ''ذاکرین''۔؟

اب یہ مقولہ سامنے رکھیں کہ ''گرفرقِ مراتب نہ کنی زندیقی'' اور انصاف کے پیش نظر حق بات کوملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خود فیصلہ فرمالیں۔

ایک حقیقت اور اس کی وضاحت

قارئین محترم! سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی تین صاحبزادیوں (سیدہ زینب سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن) کے آپ کی حقیقی اولاد ہونے کا انکار (الاستعانہ فی بدع الثلاثۃ کے مصنف) ابوالقاسم علوی نے کیا ہے۔اہل تشیع کے جن علماء محدثین اور محققین کی عبارات ہم نقل کر چکے ہیں ان کے سامنے ابوالقاسم علوی کی کوئی حیثیت نہیں اب ہم اہل تشیع کی معتبر ومعتمد شخصیات اوران کی تصانیف سے ابوالقاسم علوی کی من گھڑت تحقیق اوراس کی شخصیت کے بارے میں نقل کریں گے کہ اس شخص کے بارے میں شیعہ ملت کے زعماء کی کیا رائے ہے مسئلہ ہذا کا تحقیقی جواب ہم مذکورہ صفحات پرنقل کر چکے ہیں قلبی تسکین کے لئے مذکورہ صفحات کا ازنو مطالعہ فرمائیں۔

شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال کے آخر میں مذکور ابوالقاسم العلوی کا جواب مفصل لکھا ہے۔اس کو بغور ملاحظہ فرمائیں:

ولسید ابی القاسم العلوی الکوفی فی "الاستغاثة فی بدع الثلثة" کلام طویل اصرفیه علی ان زینب التی کانت تحت ابی العاص بن الربیع ورقیة التی کانت تحت عثمان لیستا بنتیه بل ربیبتاه ولم یات الا بما زعمه برهانا۔

حاصله عدم تعقل کون رسول اللّٰه ﷺ قبل البعثة علی دین الجاهلیة بل کان فی زمن الجاهلیة علی دین یرتضیه اللّٰه من غیر دین الجاهلیة وحینئذ فیکون محالا ان یزوج ابنته من کافرِ من غیر ضرورة دعت الی ذلك وهو مخالف بهم فی دینهم عارف بمکرهم والحادهم ثم اخذ فی نقل ما یقضی بوجود بنتین لاخت خدیجة من امها اسمها زینب ورقیة و انهما اللتان کانتا تحت ابی العاص وعثمان وهذا لب کلامه ترکنا نقله لطوله وهو ان اتعب نفسه الا انه لم یات بما یغنی عن تکلف النظر والثبوت وانه کبیت العنکبوت اما اولا فلانه یشبه الاجتهاد فی قبال النصوص من الفریقین عن النبی وعن ائمتنا علیهم السلام واما ثانیا فلانا وان کنا نسلم ان رسول اللّٰه لم یکن فی زمان الجاهلیة علی دین الجاهلیة بل علی دین یرتضیه اللّٰه تعالی ولکن رسول اللّٰه ﷺ لیس مشرعا بل کل حکم کان ینزل علیه کان یلتزم به تمام الالتزام ولم یکن یخترع من قبل نفسه حکما والاحکام کانت تنزل تدریجا وعند تزویجه

زینب ورقیة لم یکن الکفاءة فی الایمان شرطا شرعا فزوج
بنتیه من الرجلین تزویجا صحیحا شرعا فی ذلك الزمان ثم
انزل اللّٰہ تعالٰی قوله ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا فرق
بین ابی العاص وبین زینب ولو کانت الکفاءة فی الاسلام
شرطا قبل ذلك لما انزل اللّٰہ سبحانه الآیة فما ذکره لا وجه له
واما ثالثا فلانه لا شبهة فی کون زینب و رقیة اللتین تحت ابی
العاص وعثمان مسلمتین کما لا شبهة فی کون تزویجهما من
رسول اللّٰہ باذنه واجازته فلا یفرق الحال بین ان تکونا بنتیه او
ربیبتیه او بنتی اخت خدیجة من امها اوغیر ذلك لاشتراك
الجمیع فیما جعله علة للانکار فما ذکره ساقط بلا شبهة۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال باب الخا و الرا والزای المعجمة من فصل النساء تحت زینب بنت رسول اللّٰہ ﷺ ۷۹/۳)

ترجمہ: مامقانی کی بعینہٖ طویل عبارت علماء کی تسلی واطمینان کی خاطر نقل کردی ہے
اس عبارتِ مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ:

''سید ابوالقاسم علوی کوفی نے اپنی کتاب ''الاستغاثۃ فی بدع الثلاثۃ'' میں ایک
طویل کلام چلایا ہے اس میں اس نے اس بات پر اصرار کیا ہے کہ جو زینب
ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں تھی اور جو رقیہ عثمان کے نکاح میں تھی یہ نبی اقدس
ﷺ کی لڑکیاں نہیں تھیں بلکہ وہ دونوں آپ کی ربیبہ تھیں۔اپنے زعم میں
ابوالقاسم جس کو برہان بنا کر لائے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ کا بعثت سے پہلے جاہلیت کے دین پر ہونا ایک غیر معقول بات
ہے بلکہ آپ ﷺ جاہلیت کے دور میں دین جاہلیت کے خلاف ایسے دین

پر تھے جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ اور اس وقت آپ ﷺ کا اپنی بیٹی کو کسی کافر کے نکاح میں بغیر ضرورت داعیہ کے دینا ایک امر محال ہے درآنحالیکہ آپ ﷺ ان کے دین کے مخالف ہیں اور ان کے مکر والحاد سے واقف ہیں۔

اس کے بعد ابوالقاسم اس چیز کی نقل کے درپے ہوا ہے کہ جو چیز ان دونوں لڑکیوں کو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کی بیٹیاں ثابت کرتی ہیں جن کے نام زینب اور رقیہ ہیں۔ اور وہ دونوں ابوالعاص بن ربیع اور عثمان کے نکاح میں تھیں۔ مامقانی لکھتے ہیں کہ یہ اس کے کلام کا خلاصہ ہے۔ ہم نے کلام کی طوالت کی بناء پر اس کے پورے کلام کو نقل نہیں کیا۔

ابوالقاسم نے اگرچہ اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے مگر وہ تکلف سے بچ کر کوئی اہم ثبوت نہیں لا سکا۔ اس کے ثبوت کی حیثیت تارِ عنکبوت کی سی ہے کیونکہ:

۱......اولاً تو وہ نبی کریم ﷺ اور ہمارے ائمہ کرام کی نصوص کے مقابلہ میں اپنے اجتہاد کو پیش کرتا ہے۔

۲......ثانیاً یہ کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ زمانہ جاہلیت میں دین جاہلیت پر نہیں تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین پر تھے اور کوئی نیا حکم نہیں دیتے تھے مگر جو حکم نازل ہوتا تھا اس کا پورا پورا التزام کرتے تھے۔ اور اپنی طرف سے کوئی حکم اختراع نہیں کرتے تھے۔ اس وقت احکام تدریجاً نازل ہو رہے تھے اور زینب و رقیہ کے نکاح کے وقت شریعت میں ایمان میں ''ہم مثل'' ہونا شرط نہیں تھا پس آپ ﷺ نے دونوں شخصوں کو اپنی دونوں بیٹیاں اس دور میں از روئے شرع صحیح تزویج کر دیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ''مشرک جب تک مؤمن نہ ہوں ان کو نکاح نہ کردو'' تو آپ ﷺ نے ابوالعاص اور زینب میں تفریق کردی۔ اگر (نکاح کے لئے) اسلام میں ہم مثل ہونا اس آیت کے نزول سے قبل شرط ہوتا تو اللہ تعالیٰ مذکورہ حکم نازل ہی نہ فرماتا۔

۳.....ثالثاً۔ جس طرح زینب ورقیہ کا آپ ﷺ کے اذن اور اجازت سے نکاح کردینے میں کوئی شبہ نہیں بالکل اسی طرح زینب ورقیہ کے مسلمان ہونے کی حالت میں ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

پس ابوالقاسم نے جس چیز کو انکار کی علت قرار دیا ہے وہ ان سب احوال میں مشترک ہے چاہے زینب ورقیہ آپ ﷺ کی ربیبہ ہوں یا بیٹیاں ہوں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہوں۔ ان سب حالات میں کچھ فرق نہیں۔

(مطلب یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اگر اسلام شرط تھا اور اس وجہ سے رسول پاک ﷺ کی بیٹیاں زینب ورقیہ، ابوالعاص اور عثمان کے نکاح میں نہیں آسکتی تھیں تو یہی وجہ ان کے ربیبہ ہونے کی صورت میں یا خدیجہ کی بہن کی بیٹیاں ہونے کی صورت میں بھی لازم آتی ہیں۔)

پس ابوالقاسم نے جو دلیل ذکر کی ہے وہ بلاشبہ ساقط ہے۔

(مامقانی فصل النساء تحت زینب بنت رسول ۳/۷۹)

الغرض ابوالقاسم مذکور کی دلیل کو اُن کے شیخ عبداللہ مامقانی نے خود رد کردیا ہے اور اس کے پیش کردہ ثبوت کی کمزوری اور خامی کو شیخ نے نہایت واضح کردیا ہے اب مزید کسی نقد کی ہمیں ضرورت ہی نہیں رہی۔

البتہ اس کے بعد شیعہ اکابر کے بیانات "صاحب الاستغاثۃ" ابوالقاسم العلوی الکوفی کے حق میں ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں تا کہ اس کی دینی و علمی حیثیت لوگوں کے سامنے آ جائے اور اس کی تصانیف کا وزن عند الشیعہ معلوم ہو سکے اور اس بزرگ کا بے وزن ہونا نمایاں ہو سکے۔

ابوالقاسم العلوی الکوفی شیعہ علماء کی نظروں میں

علی بن احمد ابوالقاسم الکوفی کے حق میں شیعہ کے اعاظم علماء نے دیگر اوصاف کے علاوہ درج ذیل اوصاف بھی ذکر کئے ہیں ان پر نظر غائر فرمائیں۔

۱......یہ شخص اہل کوفہ میں سے ہے اور اس کا دعوی تھا کہ میں آل ابی طالب میں سے ہوں۔

۲......اپنی عمر کے آخری حصہ میں اس نے اپنے مسلک میں نہایت غلو اختیار کر لیا اور اس کا مذہب فاسد ہو گیا۔

۳......اس نے بہت سی تصانیف کیں جن میں سے اکثر فساد پر مبنی ہیں۔

۴......ابن الغضائری کے قول کے بموجب وہ علوی ہونے کے دعوی میں کذاب تھا۔ اور غالی اور بدعتی تھا۔ اس کی بے شمار کتابیں ہیں جو قابل التفات نہیں۔

۵......اس نے "نظریہ تخمیس" اختیار کر رکھا تھا۔ "تخمیس" کا معنی ان کے علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ مقداد، ابوذر، عمار اور عمر ابن امیہ الضمری رضی اللہ عنہم۔ ان پانچ اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام عالم کے مصالح کو سونپ دیا ہے۔ (یعنی تمام عالمی امور ان کے اختیار میں دے دیئے گئے ہیں) ان

نظریات کے حامل لوگوں کو مخمسہ کہا جاتا ہے۔اور ابوالقاسم العلوی مذکور اس مسلک پر کاربند تھا۔

۶......ابوالقاسم مذکور کی وفات جمادی الاولیٰ ۳۵۲ھ میں ہوئی اور موضع کرمی میں جو فساہ کے علاقہ میں شیراز کے قریب ہے دفن ہوا۔

(رجال نجاشی از شیخ ابوالعباس احمد بن علی ابن احمد بن العباس النجاشی مطبوعہ بمبئی ص: ۸۹،۱۸۸)

اس دور کے شیعہ ذاکرین نے جو ایک صاحبزادی ہونے کا مسئلہ اٹھایا ہے ان کے استدلال کا اصل ماخذ اور بنیادی محور یہی الاستغاثہ کا مصنف ہے جس کے عقائد واعمال وتصانیف کی تشریح قارئین نے شیعہ اکابر کی تحقیقات کی روشنی میں مطالعہ فرمالی ہے اس مسئلہ کا پس منظر معلوم ہو جانے کے بعد اب کوئی باشعور اور عقل مند آدمی ان لوگوں کی کذب بیانی اور دروغ گوئی سے فریب نہیں کھائے گا ان کے پروپیگنڈہ سے متاثر نہیں ہوگا۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

بناتِ رسول عقل ودانش کی روشنی میں

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افسردگی

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضور ﷺ سے رشتہ دامادی کا منقطع ہو گیا تھا یہ بذاتِ خود صدمہ کی بات تھی ۔ اگر وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی *پھلگ بیٹی ہوتیں تو ان کا حضور ﷺ سے رشتہ دامادی نہ پہلے تھا نہ اب منقطع ہوا اور نہ اس کے جانے پر اب انہیں کچھ افسردگی ہونی تھی ۔ لیکن یہ حقیقت ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی افسردگی اس وجہ سے تھی کہ ان کا حضور ﷺ سے رشتہ دامادی منقطع ہو گیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیثم بن حبیب الصرفی سے روایت کرتے ہیں:

عن الهيثم عن موسٰى بن كثير ان عمر مرّ بعثمان رضى الله عنهما وهو حزين قال مايحزنك قال الا احزن وقد انقطع الصهر بينى وبين رسول الله ﷺ وذلك حدثان ماتت بنت رسول الله ـ

(مسند امام اعظم مطبع محمدی لاهور ص: ۲۰۵)

حافظ ابوالبشر دولابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو جب وفات رقیہ رضی اللہ عنہا کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا:

الحمد لله دفن البنات من المكرمات۔

بیٹیوں کو دفن کرنا باپ کی عزتوں میں سے ہے۔
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یہ غمگینی حضور ﷺ کو منظور نہ تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی دوسری بیٹی امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ تاریخ ولد آدم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واحد ہستی ہیں جن کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔ ذی النورین ہونے کا یہ وہ شرف ہے جو اولادِ آدم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا عتبہ اور عتیبہ سے نکاح اور طلاق

نبی کریم ﷺ نے سیدہ رقیہ اور سیدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اسلام کے قوانین کے نزول سے قبل ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دیا تھا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی سورہ لہب کا نزول ہو گیا جس سے ابولہب سیخ پا ہو گیا، اس بدبخت نے حضور ﷺ سے بدلہ لینے کے لئے اپنے بیٹوں کو بلا کر باپ کی عزت کا واسطہ دے کر حضور ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ عرب معاشرے میں بیوی کی سابق ازواج کی اولاد نیز لے پالک بیٹیاں کبھی بھی عزت اور ناموس کا باعث نہیں بنی۔ ان کی تکلیف کبھی بھی سوتیلے باب کی تکلیف نہیں سمجھی گئی۔ ابولہب کا اپنے بیٹوں سے حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوانا اسی لئے تھا کہ اس سے حضور ﷺ کو اذیت پہنچے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف پہنچانا اس کا مقصود نہیں تھا کیونکہ انسان کو عداوت انہیں بچوں سے ہوتی ہے جو اس کے دشمن کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ہوں۔ کفار مکہ کے زیرِ بحث آپ ﷺ کی نبوت تھی اور قرآن تھا، چونکہ سورہ لہب بھی قرآن میں تھی تو لامحالہ طور پر ابولہب نے حضور ﷺ کو تکلیف پہنچانے کے

لئے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے حضور ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوائی کیونکہ ابولہب کی سیدہ خدیجہ سے کسی قسم کی کوئی عداوت نہیں تھی۔

قارئین محترم مذکورہ بالا واقعہ چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما حضور کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں پچھلگ یا لے پالک ہرگز نہیں تھیں تاریخ عرب میں لے پالک بیٹیاں کبھی بھی دوسرے باپ کے لئے عزت اور غیرت کا باعث نہیں بنیں، پوری تاریخ عرب اس کی مثال بیان کرنے سے قاصر ہے۔

فتح مکہ والے دن حضور ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لئے علی بن ابی العاص کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھانا۔

بیت اللہ کائنات کا مرکز اور مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ جس دن مکہ فتح ہوا اس دن حضور ﷺ نے اپنے نواسے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

توفی علی بن ابی العاص وقد ناھز الحلم و کان النبی ﷺ اردفه علی راحتله یوم الفتح۔

(الاصابه ۲/۵۰۳)

المختصر کہنا صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی جس بیٹی کو خیر البنات فرمایا اس کا خیر پوری امت تک متعدی ہوا اس لئے حضور نے فتح مکہ کے دن اپنے نواسہ حضرت علی کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ لے پالک بیٹی یا ربیبہ کے بیٹے سے یہ لطف ومحبت جو حضور ﷺ علی رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے تاریخ عرب میں کہیں نظر

نہیں آتا۔خصوصاً جبکہ وہ بیوی جس کی یہ اولاد ہو بقیدِ حیات نہ ہو اور پھر سوتیلا باپ اور نکاح بھی کر چکا ہو۔پس حق یہی ہے کہ یہ علی حضور ﷺ کے حقیقی نواسے تھے ۔اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی حقیقی بیٹی تھیں اور اپنے والد محترم کی شفقت ومحبت کی بجا طور پر حقدار تھیں۔

حضرت زینب کا ہار اور ابوالعاص کی رہائی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بدر کے قیدیوں میں قید ہو کر جب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تو حضور کا جذبہ پدری کس طرح حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے احساسات کا ساتھ دے رہا تھا اور آپ ﷺ اپنی بیٹی کے لئے کس قسم کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہے تھے! کبھی کسی نے بیوی کی پھلگ اولاد کے بارے میں اس قسم کے جذباتِ شفقت ابھرتے دیکھے؟ بالخصوص جب کہ ان کی والدہ بھی موجود نہ ہو اور پرورش کنندہ باپ اس کی جگہ اور کئی شادیاں کر چکے ہوں۔

حق یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضور اکرم ﷺ اپنی اولاد کے لئے ماں اور باپ دونوں کی شفقت کا سایہ تھے۔حضور اکرم ﷺ نے اسی احساس درد سے فرمایا تھا کہ یہ میری خیر بنات ہے جسے میرے لئے اتنے مصائب سے گزرنا پڑا۔

خصائص بناتِ رسول

بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک مرد کی دو بیویاں آپس میں محبت وسلوک سے رہتی ہوں۔سوکنیں ایک دوسرے کے بارے میں دل میں کوئی اچھا جذبہ نہیں رکھتیں جو

خاتون پیغمبر کی بیٹی کی سوکن ہو گی اس سے یہ بعید از قیاس نہیں کہ وہ اسی جذبہ رقابت میں اپنی سوکن کے والدین کو ناپسند کرنے لگے۔ اب اگر یہ جذبہ مخالفت پیغمبر ﷺ کی طرف لوٹے اور اس بارے میں کسی مسلمان خاتون کے دل میں ہلکا سا بھی بوجھ آیا تو کیا اس کا ایمان باقی رہے گا؟ ہرگز نہیں۔ اب بتایئے ان خواتین کے اسلام کو بچانے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟

اس کا اس کے سوا اور کوئی حل ممکن نہیں تھا کہ پیغمبر ﷺ کی بیٹی پر سوکن آ ہی نہ سکے تاکہ پہلی بیوی کے جذبۂ رقابت میں کہیں اس کے والد محترم کی (جو ایک نبی بھی ہیں) کہیں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اس پہلو سے یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہو گی کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کے ساتھ کوئی دوسری عورت نکاح میں جمع نہ ہو سکے اور حضور ﷺ کی کسی بیٹی پر کوئی سوکن نہ آ سکے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الخصائص الکبرٰی" میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "باب اختصاصه ﷺ بان بناته لا یتزوج علیهن" جلد ۲ ص: ۲۵۵)

جس وقت تک حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا، حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں بھی آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ جب تک حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں آپ نے اور نکاح نہیں کیا۔

امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اور نکاح کیے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے بھی اور نکاح کئے ۔ یہ صورتِ حال کھلی واقعاتی شہادت ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی ہی بیٹیاں تھیں ۔ اگر یہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی "پچھلگ بیٹیاں ہوتیں تو ان کے نکاح میں ہونے سے حضرت عثمان کے لئے اور نکاح کرنا منع نہ ہوتا۔ حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کے بعد آپ نے کئی نکاح کئے ۔ فاطمہ بنت ولید، فاختہ بنتِ غزوان، رملہ بنتِ شیبہ اور نائلہ رضی اللہ عنہن سب آپ کی بیویاں تھیں۔

مسئلہ ہذا کی وضاحت اور اثبات کے بعد اب ہم آقا کریم ﷺ کی اولاد امجاد کا تذکرہ کریں گے۔ پہلے آقا کریم ﷺ کے صاحبزادگان کا اختصار کے ساتھ ذکر خیر کریں گے پھر بالترتیب آقا کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کی سوانح حیات بیان کر کے اپنی بخشش کا سامان کریں گے۔ (وما توفیقی الا باللہ)

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

آقا کریم ﷺ کے صاحبزادگان رضی اللہ عنہم کی مختصر سوانح

نبی کریم ﷺ کی اولاد امجاد کے بارے میں یہ بات پہلے سے جان لیں کہ سوائے حضرت ابراہیم کے آپ کے تمام بیٹے اور بیٹیاں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن مبارک سے تھیں اور مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہ کے سوا کسی زوجہ مطہرہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ البتہ حضرت ماریہ سے مدینہ منورہ میں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ ان دو کنیزوں میں سے ایک تھیں جو حاکم مصر و اسکندریہ، مقوقس نے آپ کے لئے تحفۃً بھیجی تھیں۔

جیسا کہ حافظ ابن کثیر دمشقی رقم طراز ہیں کہ:

وقد ولدت لرسول الله ﷺ القاسم وهو اكبر ولده وبه كان يكنى ثم زينب ثم عبدالله وكان يقال له الطيب ويقال له الطاهر ولد بعد النبوة ومات صغيرا ثم ابنته ام كلثوم ثم فاطمة ثم رقية هكذا الاول فالاول ثم مات القاسم بمكة وهو اول ميت من ولده ثم مات عبد الله ثم ولدت له مارية القبطية التي اهداها المقوقس صاحب اسكندرية۔

(البداية والنهاية ۵/۳۰۷)

ترجمہ: اور ان (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) کے ہاں رسول اللہ ﷺ سے قاسم پیدا ہوئے اور یہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور انہیں سے آپ

کنیت کرتے تھے، پھر زینب پھر عبداللہ پیدا ہوئے، جنہیں طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں فوت ہو گئے، پھر آپ کی بیٹی ام کلثوم پھر فاطمہ اور پھر رقیہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں پھر قاسم رضی اللہ عنہ مکہ میں فوت ہو گئے اور یہ آپ کے پہلے فوت ہونے والے بیٹے تھے پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے پھر ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے جسے مقوقس حاکم اسکندریہ نے آپ کو ہدیے دیے تھے ابراہیم پیدا ہوئے اور ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ذی الحجہ ۸ھ ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہ اٹھارہ ماہ کے تھے کہ فوت ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مؤرخین کا اس پر تو اتفاق ہے کہ صاحبزادیاں چار تھیں۔ البتہ صاحبزادوں کی تعداد میں خاصا اختلاف ہے۔ تاہم تین پر سب متفق ہیں کیونکہ ان تینوں کے ساتھ کوئی نہ کوئی تاریخی واقعہ متعلق ہے۔

۱...... حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

اولادِ نرینہ میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ہی تھے بلکہ ایک روایت کے مطابق وہ رحمت عالم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب سے بھی پہلے پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ ان کی وجہ شہرت یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم یعنی قاسم کے باپ، انہی حضرت قاسم کے حوالے سے ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں:

روی ابن سعد عن ابن عباس انه قال کان اکبر اولاد رسول

اللہ ﷺ القاسم وکانت ولادته قبل النبوة وبه کان یکنی ثم زینب ثم عبداللہ ثم ام کلثوم ثم فاطمة ثم رقیة۔

(تاریخ ابن عساکر ۲۹۲/۱)

ابن سعد رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سب سے بڑے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے اور ان کی ولادت اظہار نبوت سے پہلے ہوئی اور انہیں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی کنیت ابوالقاسم تھی، پھر حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، پھر ام کلثوم رضی اللہ عنہا پھر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

نبی کریم ﷺ نے رفع اشتباہ کے لئے دوسروں کو ابوالقاسم کنیت اختیار کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اس طرح حضرت قاسم رضی اللہ عنہ خود تو فوت ہو گئے مگر ''ابوالقاسم'' کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے تاریخ کا حصہ بن گئے۔

۲......حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے یہ دوسرے صاحبزادے ہیں۔ یہ بھی بہت مختصر عرصہ زندہ رہے مگر ان کا تذکرہ اس لئے جاوداں ہو گیا کہ ان کی وفات پر بعض سنگ دل کفار نے بہت خوشی منائی تھی اور کہا تھا کہ محمد کے یکے بعد دیگرے دو بیٹے فوت ہو گئے ہیں اس لئے سمجھو کہ اب وہ ''ابتر'' ہو گئے ہیں۔ یعنی اس کی جڑ کٹ گئی ہے اور کوئی اس کا نام لینے والا باقی نہیں رہا۔ (معاذ اللہ)

حافظ ابن عساکر اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تاریخ مدینہ ودمشق'' میں اس واقعہ کو اس

طرح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ تھے پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ پس حضرت قاسم فوت ہوئے آپ کی اولاد میں سے مکہ مکرمہ میں سب سے اول فوت ہونے والے یہی تھے پھر حضرت عبداللہ کا وصال ہوا تو عاص بن وائل سہمی نے کہا تحقیق ان کی نسل تو کٹ گئی اور یہ ابتر ہو گئے، تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے (ان شانئك هو الابتر) نازل فرمائی۔

(تاریخ مدینہ ودمشق دارالفکر بیروت ۱۲۶/۳)

نبی کریم ﷺ یہ دل آزار تبصرے سن کر بہت ملول ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین کی خاطر "سورہ کوثر" نازل فرمائی اور آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کر دی ہے، پھر آپ بھلا کیونکر ابتر ہو سکتے ہیں! آپ کا تو ایک عالم نام لیوا ہوگا۔ ہاں، آپ کے ساتھ بغض رکھنے والا یقیناً ابتر ہے..... "ان شانئك هو الابتر"۔

۳......حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ

نبی کریم ﷺ کے یہ صاحبزادے مدینہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ڈیڑھ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کی وفات پر نبی کریم ﷺ اشکبار تھے اور فرما رہے تھے۔

ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ (او كما قال عليه السلام)

ترجمہ: بے شک آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور دل غمگین ہے۔ اس کے باوجود ہم وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو، تاہم اے ابراہیم! تیری جدائی

سے ہم بہت غمگین ہیں۔

آپ ﷺ کو روتا دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حیرت ہوئی کہ آپ تو رونے پیٹنے سے منع فرماتے ہیں اور خود رو رہے ہیں! آپ نے فرمایا کہ میں منع تو نوحہ کرنے، منہ پیٹنے اور گریبان پھاڑنے سے کرتا ہوں۔ رہا آنسوؤں کا بے اختیار جاری ہو جانا، تو یہ رحمت وشفقت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یعنی اس کی ممانعت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم کی وفات کا یہ بھی یادگار واقعہ ہے کہ اس دن سورج کو گرہن لگ گیا لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کے غم میں سورج نے بھی اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ غم کے موقع پر ایسی باتیں لوگ کرتے رہتے ہیں اور کوئی بھی ان کا خاص نوٹس نہیں لیتا، لیکن رحمت عالم ﷺ کو خدشہ تھا کہ میری خاموشی سے لوگ کہیں اس بات کو حقیقت پر نہ محمول کر لیں اس لئے علی الاعلان یہ وضاحت فرمائی کہ شمس وقمر اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان کو نہ کسی کے پیدا ہونے سے گرہن لگتا ہے، نہ کسی کے مرنے سے۔

یعنی یہ سب کچھ طبعی عوامل کی بنا پر ہوتا ہے، نہ کہ کسی موت وحیات سے۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ چونکہ، شیر خوارگی کی عمر میں وفات پا گئے تھے، اس لئے رحمت عالم ﷺ نے ان کا یہ خصوصی اعزاز ذکر فرمایا کہ جنت میں اس کی رضاعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دو دودھ پلانے والیاں مقرر فرمائی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

آقا کریم ﷺ کی پاک وطیب صاحبزادیوں کی سوانح حیات

سوانح حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

آقا کریم ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اوران کی والدہ محترمہ کانام حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بنی اسد ہے۔(رضی اللہ عنہا)

ولادت باسعادت

نبی اقدس ﷺ کے ساتھ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی تزویج قبل از اسلام کے دستور کے مطابق ہوئی تھی اور بعض تذکرہ نویسوں کے قول کے مطابق اس بابرکت نکاح کے پانچ برس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت ہوئی اور سردار دوعالم ﷺ کی عمر مبارک اس وقت تیس برس کے قریب تھی۔

صاحب الاستیعاب نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ولادت اور وصال کو اس طرح بیان کیا ہے:

زینب بنت رسول اللہ ﷺ کانت اکبر بناته رضی الله عنهن قال محمد بن اسحاق السراج سمعت عبدالله بن محمد بن سلیمان الهاشمي یقول ولدت زینب بنت رسول الله ﷺ فی سنة ثلاثین

من مولد النبی ﷺ وماتت فی سنة ثمان من الهجرة۔

(الاستیعاب ۳۲/۷)

ترجمہ: حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی شہزادی تھیں۔ محمد بن اسحاق السراج نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

''حضرت زینب بنت رسول اللہ (رضی اللہ عنہا وﷺ) کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک تیس برس تھی اور ۸ ہجری میں آپ کا وصال ہوا۔

ان کی شادی بعثت نبوی سے قبل ہی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے ہوگئی تھی۔

فضائل سیدہ زینب بزبان رسالت مآب ﷺ

حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ اپنے شوہر سے واپس نبی کریم ﷺ کے بلانے پر تشریف لائیں تو وہ سفر بہت تکلیف دہ تھا اور دشوار گزار جس سے آپ بہت نڈھال ہوگئیں اور زیادہ علیل بھی تو ان تکالیف کے پیش نظر سرکار فرمایا کرتے۔

ھی افضل بناتی اصیبت فی۔

ترجمہ: یہ (زینب) میری سب بیٹیوں سے افضل ہے، میرے لئے اس کو بہت مصائب دیئے گئے۔

(المستدرک للحاکم ۴۳/۴)

ظہور اسلام کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر قریباً دس سال تھی اعلان

نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مشرف باسلام ہوئی تھیں اوران کے ساتھ ہی حضرت زینب بھی ایمان لے آئیں۔

آقا کریم ﷺ نے اعلان نبوت سے قبل ہی عربوں کے اس وقت کے دستور کے مطابق اپنی بیٹی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے خالہ کے بیٹے ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا تھا۔اعلانِ نبوت کے بعد اسلام دشمنی میں کفار ومشرکین نے ابوالعاص کو بہت اکسایا کہ وہ حضرت زینب بنت محمد ﷺ کو طلاق دے دیں۔

علامہ ابن کثیر نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا۔

فلما نادی قریشا بامر اللّٰہ تعالٰی اتوا ابا العاص بن ربیع فقالوا فارق صاحبتك ونحن نتزوجك بای امراۃ شئت من قریش فقال لا واللّٰہ لا افارق صاحبتی وما یسرنی ان لی بامراتی افضل امراۃ من قریش۔

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نے قریش کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی تو زعماء قوم قریش نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو اس سلسلہ میں جا کر مجبور کیا کہ آپ زینب بنت محمد ﷺ کو طلاق دے دیں اور قبیلہ قریش میں سے جس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں ہم وہ عورت پیش کر سکتے ہیں۔ابوالعاص نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی زینب کو طلاق دے کر اپنے سے جدا نہیں کر سکتا اور اس کے عوض میں قریش کی کسی عورت کو پسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی قریش کی کوئی عورت اس کے عوض مجھے مطلوب ہے۔

(البدایہ لابن کثیر فصل وصول خبر مصائب اہل بدر ۳/۳۱۱)

حضرت ابوالعاص کا قرابتداری میں مکمل اخلاص اور آپ ﷺ کی طرف سے ان کی عزت افزائی

ابوالعاص بن ربیع نے اس موقع پر اپنی ثابت قدمی کا پورا مظاہرہ کیا اور قریش نے بھی نبی اقدس ﷺ کے ساتھ اس رشتے کو ختم کرانے کے لئے پوری قوت صرف کی۔ ابوالعاص قابلِ صد مبارک باد ہیں کہ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے اور قوم قریش کے مسلک پر تھے، اس کے باوجود قوم نے مسئلہ طلاق اور تفریق بین الزوجین پر زور دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ جواب دیا۔

قال لا واللہ اذن لا افارق صاحبتی۔

ترجمہ: یعنی اللہ کی قسم میں اپنی بیوی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتا۔

(البدایۃ لابن کثیر تحت فصل وصول خبر مصائب لاھل بدر ۳/۳۱۲، ۳۱۱)

ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا یہ استقلال بہت قابل قدر ہے اور رسالت مآب ﷺ کی ابوالعاص نے نہایت قدردانی کی ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ برادرانہ قرابتداری کو خلوص کے ساتھ قائم رکھا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے اس طرز عمل کی ہمیشہ تعریف کی۔ باوجود اتنی شرافت اور نیک نفسی کے ابوالعاص نے اپنا آبائی مذہب ترک نہ کیا حتی کہ نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت زینب ان دنوں اپنے سسرال میں تھیں۔

اہل اسلام کی مکی زندگی کا مشکل دور

اہل مکہ کی طرف سے جب مسلمانوں کے حق میں عداوت شدت اختیار کر گئی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی اقدس ﷺ کے اذن سے مسلمان مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے لگے اور حسب اتفاق یہ ہجرت جاری رہی پھر بفرمان الٰہی نبی کریم ﷺ نے بھی ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے بعد اسلام کا ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ مدینہ شریف پہنچ کر مالک کریم کی طرف سے کفار کے ساتھ قتال کرنے کی اجازت مل گئی مدنی زندگی میں اسلام اور کفر میں بڑا مقابلہ رہا بڑی بڑی جنگیں لڑی گئیں ایک مشہور جنگ غزوہ بدر کے نام سے معروف ہے اس میں قریش مکہ اپنی پوری تیاری سے اہل اسلام کے مقابلہ کے لئے بدر میں پہنچے تھے اور ادھر اہل اسلام مدینہ شریف سے سردار دو عالم ﷺ کی قیادت میں میدان جہاد پہنچے غزوہ بدر کی تفصیلات بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں یہاں ہم صرف ایک واقعہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ابوالعاص کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔

یادگار فدیہ

جنگ بدر میں جب اہل اسلام کو فتح ہوگئی تو جنگی قاعدہ کے مطابق شکست خوردہ کفار کو اہل اسلام نے قید کر لیا اور قیدیوں کو حسب دستور مرکز اسلام (مدینہ) میں لایا گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ فیصلہ ہوا جو لوگ بدر میں قید کر کے یہاں لائے گئے ہیں، ان سے معقول معاوضہ لے کر انہیں رہا کیا جائے۔

فدیہ لینے کا سلسلہ شروع ہوا، مکہ سے لوگ آتے اور حسب استطاعت اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں ساتھ لے جاتے۔

نبی کریم ﷺ کی بیٹی سیدہ زینب کے شوہر اور آپ ﷺ کے داماد ابوالعاص بھی اسیرانِ بدر میں شامل تھے، ان کا فدیہ ادا کرنے کے لئے سیدہ زینب نے وہ ہار بھیج دیا جو خدیجہ طاہرہ نے رخصتی کے وقت بیٹی کو دیا تھا، اس ہار کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کو خدیجہ طاہرہ کے ساتھ گذرے ہوئے زندگی کے حسین لمحات یاد آ گئے، اس باوفا خاتون کی پرخلوص رفاقت اور بے لوث محبت کا ایک ایک لحظہ نگاہوں میں پھر گیا۔ اس سے آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ اللہ اکبر...... اس جذباتی عالم میں بھی آپ نے ازخود کوئی فیصلہ کرنا پسند نہ کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا، اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو میری بیٹی کا یہ ہار واپس کر دو۔ اور ابوالعاص کو ویسے ہی رہا کر دو۔

کیسے ممکن تھا کہ رحمت عالم کے اشارہ ابرو پر جانیں وار دینے والے عشاق آپ کی اس قلبی خواہش کے پورا کرنے میں کسی تامل یا تردد کا مظاہرہ کرتے۔ انہوں نے بخوشی ابوالعاص کو رہا کر دیا اور ہار بھی واپس بھیج دیا۔

(البداية والنهاية ۳۱۲/۲)

اس موقع پر سردار دو جہاں ﷺ نے ابوالعاص سے عہد لیا اور وعدہ لیا تھا کہ جب آپ مکہ میں واپس پہنچیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہمارے ہاں پہنچنے کی اجازت دے دیں۔ ابوالعاص نے یہ عہد کر لیا چنانچہ ابوالعاص کو بلا معاوضہ رہا کر دیا گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہار کو بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرف

واپس بھیج دیا گیا یہ واقعہ متعدد محدثین اور مشہور اہل سیر و تاریخ نے اپنے اپنے انداز میں ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

عن عائشة قالت لما بعث اهل مكة فى فداء اسرائهم بعثت زينب فى فداء ابى العاص بمال وبعثت فيه بقلادة كانت خديجة ادخلتها بها على ابى العاص حين بنى عليها فلما راها رسول الله ﷺ رق لها رقة شديدة وقال ان رايتم ان تطلقوا لها اسيرها وتردوا عليها الذى لها فافعلوا! قالوا نعم يارسول الله فاطلقوه و ردوا عليها الذى لها وكان رسول الله ﷺ قد اخذ عليه او وعد رسول الله ﷺ ان يخلى زينب اليه۔

(دلائل النبوة للبيهقى تحت باب ماجاء فى زينب بنت رسول الله ۲/۲۲،۲۲۳)

شیعہ علماء اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

ابوالعاص در جنگ بدر اسیر شد و زینب قلادہ کہ حضرت خدیجہ باو دادہ بود بنزد حضرت رسول اللہ ﷺ فرستاد برائے فدائے شوہر خود چوں حضرت نظرش بر قلادہ افتاد خدیجہ را یاد نمود و رقت کرد و از صحابہ طلب نمود کہ فدائے او را بخشند و ابوالعاص را بے فدا رہا کنند۔ صحابہ چنیں کردند۔ حضرت از ابوالعاص شرط گرفت کہ چوں بمکہ برگردد زینب را بخدمت آنحضرت فرستد۔ او شرط خود وفا نمود و زینب را فرستاد بعد ازاں خود بمدینہ آمد و مسلمان شد۔

(حواشی منتهى الآمال فصل هشتم ازشيخ عباس القمى دربيان احوال اولاد امجاد آنحضرت است ۱/۱۰۸)

ترجمہ: ابوالعاص غزوہ بدر میں قید ہو گئے تو حضرت زینب نے اپنے شوہر (ابوالعاص) کے فدیہ میں اپنے والد ماجد رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں وہ ہار بھیجا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے عطا فرمایا تھا۔ حضور ﷺ نے

ہار دیکھا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہوگئی اور جسم اطہر پر رقت کی کیفیت طاری ہوگئی، آپ ﷺ نے صحابہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ابوالعاص کو بغیر فدیہ کے رہا کردیں چنانچہ صحابہ نے ایسے ہی کیا۔آپ ﷺ نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب کو آپ ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں بھیج دیں گے۔ابوالعاص نے اس شرط کو پورا کیا۔مکہ جا کر زینب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیا بعد میں خود بھی مدینہ پہنچ کر مسلمان ہوگئے۔

اب یہ صورت پیش آئی کہ ابوالعاص کو مذکورہ وعدہ لینے کے بعد رہا کردیا گیا۔اور ساتھ ہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہار کو واپس کردیا گیا۔

چند ایام کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لانے کے لئے سردار دو عالم ﷺ نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ فلاں وادی کے فلاں مقام میں جا کر انتظار کرنا (بعض محدثین کہتے ہیں کہ اس وادی کا نام یاجج تھا) ان کو فرمان تھا کہ اس وادی کے پاس زینب پہنچیں گی تم ان کے ساتھ ہو لینا اور یہاں مدینہ میں لا کر ہمارے ہاں پہنچا دینا۔

وبعث رسول اللہ ﷺ زید بن حارثة ورجلا من انصار فقال كونا ببطن یاجج حتی تمر بکما زینب فتصحباها حتی تاتیا بها۔

(ابوداؤد شریف تحت فی نداء الاسیر بمال ۲/۳۶۷)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت اور ہبار بن اسود کی ایذاء رسانی

ابوالعاص بن ربیع رہا ہو کر جب مکہ پہنچ گئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تمام احوال ذکر کیے اس وقت ابوالعاص نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بطیب خاطر کہہ دیا کہ میری طرف سے اجازت ہے آپ بخوشی اپنے والد محترم کے ہاں جا سکتی ہیں

حضرت زینب رضی اللہ عنہا سفر ہجرت کی تیاری میں لگ گئیں۔ جب تیاری سے فارغ ہوئیں اور وعدہ کے ایام بھی آ گئے تو ابوالعاص نے اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کی نگرانی میں ان کو رخصت کیا حضرت زینب رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہوئیں اور کنانہ نے اپنی قوس اور ترکش وغیرہ کو بھی ساتھ لیا کنانہ آگے آگے ساتھ چل رہا تھا اور سواری کو کھینچے لئے جا رہا تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا سواری کے اوپر کجاوہ میں فروکش تھیں اس دوران اہل مکہ کو اطلاع ہو گئی کہ زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کئے جا رہی ہیں۔

زینب رضی اللہ عنہا کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طوی'' میں انہیں جا گھیرا ۔حضرت زینب اونٹ پر سوار تھیں۔کفار کی جماعت میں سے ہبار بن اسود نے ان کے اونٹ کا منہ پھیرنے کے لئے نیزہ گھمایا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا گر پڑیں۔۔وہ حاملہ تھیں، سخت چوٹ آئی اور حمل ساقط ہو گیا۔اس سے کنانہ غضبناک ہو گیا ،ترکش سے تیر نکالے اور کمان پر چڑھا کر للکارا کہ خبردار اب تم میں سے کوئی آگے بڑھا تو اسے چھلنی کر دوں گا۔کفار رک گئے۔ابوسفیان نے کہا:

''بھتیجے! اپنے تیر روک لو، میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔''

کنانہ نے پوچھا۔کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔؟

ابوسفیان نے اس کے کان میں کہا۔''محمد کے ہاتھوں ہمیں جس رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا ہے تم اس سے بخوبی واقف ہو۔اگر تم اس کی بیٹی کو اس طرح کھلم کھلا لے جاؤ گے تو ہماری بڑی سبکی ہوگی۔بہتر یہ ہے کہ تم اس وقت زینب کے ہمراہ مکہ واپس لوٹ چلو اور پھر کسی دن خفیہ طور پر لے جانا۔کنانہ نے یہ بات مان لی اور حضرت زینب کو لے کر مکہ واپس آ گیا۔

کفار مکہ حضرت زینب کے برملا سفر ہجرت کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔اس وجہ سے چند راتیں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس پیش قدمی سے خاموش ہوگئیں۔جب اس واقعہ کا چرچا فرو ہو گیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا رات کو اپنے دیور کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لے گئیں۔اور زید بن حارثہ اپنے ساتھی سمیت جو اس کام کے لئے مستقل طور پر مدینہ منورہ سے آئے ہوئے تھے اور وہ ان کے منتظر تھے ان کے پاس پہنچا دیا گیا پس وہ دونوں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور امانت داروں نے آپ ﷺ کی امانت کو بڑی عزت اور احترام کے ساتھ پہنچا دیا۔

فاقامت لیال حتی اذا ھدات الاصوات خرج بھا لیلا حتی اسلمھا الی زید بن حارثة وصاحبه فقدما بھا علی رسول اللہ ﷺ۔

(البدایه والنھایة فصل فی قدوم زینب بنت رسول اللہ ﷺ ۳/ ۳۳۰،۳۳۱)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص کو پناہ دینا اور ابوالعاص کا اسلام قبول کرنا

ابوالعاص جب تک اسلام نہیں لائے تھے مکہ میں مقیم رہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں۔

ابوالعاص بڑے شریف النفس اور دیانت دار آدمی تھے۔لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھتے، وہ نہایت دیانت کے ساتھ ان کی حفاظت کرتے اور مالکوں کے طلب کرنے پر فوراً واپس کر دیتے تھے۔مکے میں ان کی اس قدر ساکھ تھی کہ لوگ اپنا مال

تجارت انہیں دے کر فروخت کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے تھے۔ ۶ ہجری میں ابوالعاص ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جارہے تھے کہ عیص کے مقام پر مجاہدین اسلام نے قریش کے قافلہ پر چھاپہ مارا اور تمام مال واسباب پر قبضہ کرلیا ابوالعاص بھاگ کر مدینہ چلے گئے اور حضرت زینب کی پناہ لے لی۔

باقی قافلہ والے مدینہ شریف بعد میں پہنچے۔ عام مسلمانوں کو اس بات کی اطلاع نہیں تھی جب صبح کی نماز نبی اقدس ﷺ نے صحابہ کرام کو پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آواز دی کہ اے مسلمانو! میں نے ابوالعاص بن الربیع کو پناہ دے دی ہے نبی اقدس ﷺ نے جب یہ سنا تو آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا جو کچھ میں نے سنا تم نے بھی سن لیا انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ یارسول اللہ! اس کے بعد آپ ﷺ نے بطور حلف، کلام فرمایا: کہ مجھے بھی پہلے اس بات کا علم نہیں تھا اور جب مسلمانوں کا ایک ادنیٰ شخص کسی کو پناہ دے دے تو اس کی پناہ اسلام میں منظور کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے (فلہٰذا زینب رضی اللہ عنہا کا ابوالعاص کو پناہ دینا صحیح قرار دیا جاتا ہے اس کو مسلمان ملحوظ رکھیں۔)

چونکہ ابوالعاص نے مکہ میں حضرت زینب کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اس لئے نبی کریم ﷺ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا اگر تم ابوالعاص کا مال واپس کردو تو میں ممنون ہوں گا۔

صحابہ کرام کو تو خوشنودیٔ رسول مطلوب تھی اس لئے انہوں نے فوراً تمام مال واسباب ابوالعاص کو واپس کردیا جسے لے کر وہ مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کی امانتیں واپس

کردیں۔ پھر اہل مکہ سے مخاطب ہوکر کہا۔ اے قریش! اب میرے ذمہ کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے؟

تمام اہل مکہ نے یک زبان ہوکر کہا۔ بالکل نہیں، خدا تمہیں جزائے خیر دے تم ایک نیک نہاد اور باوفا شخص ہو۔

ابوالعاص نے کہا: تو سن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، خدا کی قسم اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو۔

یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ یہ محرم ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔

اس واقعہ کو حافظ ابن سعد نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ورجع ابوالعاص الی مکة فادّی الی کل ذی حق حقه ثم اسلم و رجع الی النبی ﷺ مسلما مهاجرا فی المحرم سنة سبع من الهجرة فردّ علیه رسول الله ﷺ زینب بذلك النكاح الاول۔

(طبقات ابن سعد ۸/۳۳)

ترجمہ: ابوالعاص مکے لوٹے اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیا پھر مسلمان ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں لوٹے ہجرت کی محرم میں ہجرت سے چھ سات سال بعد تو نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زینب کو ان کے سپرد کردیا پہلے ہی نکاح کے ساتھ۔

چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ میں شرک کی وجہ سے تفریق ہوگئی تھی۔ اس لئے جب ابوالعاص رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوکر مدینہ پہنچے تو سید عالم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو پہلے حق مہر کے ساتھ

دوبارہ نکاح کر کے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھجوا دیا۔

(البداية والنهاية فصل فی قدوم زینب بنت رسول الله ﷺ مهاجرة من مكة الى مدينة ۳/۳۳۲)

سیدہ زینب کی اولاد کا ذکر خیر

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی متعدد اولاد ابوالعاص بن الربیع سے ہوئی ۔ان میں ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام علی تھا۔اور ایک صاحبزادی ہوئی جس کا نام ”امامہ“ بنت ابی العاص تھا) امامہ کا ذکر خیر ہم عنقریب کر رہے ہیں) ان کے ماسوا ایک اور بچہ ابوالعاص کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا وہ صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا اس بچۂ صغیر کے متعلق محدثین نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے ہم قارئین کی خدمت میں اسے پیش کرتے ہیں۔

صاحب الاصابہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص سے اور آپ کی اولاد کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

زينب بنت سيد ولد آدم محمد بن عبدالله بن عبد المطلب القرشية الهاشمية وهي اكبر بناته واول من تزوج منهن ولدت قبل البعثة بمدة قيل انها عشر سنين وتزوجها ابن خالتها ابوالعاص بن الربيع وكانت زينب ولدت من ابى العاص عليا ومات فى حياته وامامة عاشت حتى تزوجها على بعد فاطمة ـ

(الاصابة فى تمميز الصحابة ۸/۹۱)

ترجمہ: حضرت سیدہ زینب بنت سید ولد آدم علیہ السلام حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں، قرشیہ ہاشمیہ تھیں اور وہ نبی علیہ السلام کی شہزادیوں میں سب سے بڑی تھیں حضور ﷺ نے اپنی صاحبزادیوں

میں سے سب سے پہلے ان کا نکاح کیا وہ اظہار نبوت سے کچھ مدت پہلے پیدا
ہوئیں کہا گیا ہے کہ دس سال پہلے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کا نکاح ان کے
خالہ۔

اولادِ زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کی محبت

محدثین فرماتے ہیں: اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نبی اکرم
ﷺ کی صاحبزادی کا ایک بچہ قریب المرگ ہو گیا انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت
میں ایک آدمی بھیجا کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیں نبی اکرم ﷺ نے
جواب میں سلام فرمایا اور کہلا بھیجا کہ آپ صبر کریں جو اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے وہ بھی اللہ
کے لئے ہے اور جو دیتا ہے وہ بھی اس کے لئے ہے اور ہر شخص کے انتقال کے لئے اللہ
تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے ہر حالت میں تم کو صبر کرنا چاہیے محترمہ زینب رضی اللہ عنہا
پریشانی کے عالم میں تھیں پھر انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں قسم دے کر آدمی
بھیجا کہ آپ ﷺ ضرور تشریف لائیں تو نبی اکرم ﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے آپ
ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت وغیرہ
وغیرہ صحابہ کی جماعت بھی چل پڑی اور حضرت زینب کے پاس پہنچے وہ بچہ قریب
المرگ تھا آپ ﷺ کی گود میں اسے پیش کیا گیا۔ ونفسه تتقعقع یعنی بچہ کے آخری
سانس تھے اور وہ فوت ہو رہا تھا یہ حالت ملاحظہ فرما کر نبی کریم ﷺ کے آنسو مبارک
جاری ہو گئے تو سعد بن عبادہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ
آنسو بھی بہا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے
بندوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔

فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء۔

یعنی اپنے نرم دل بندوں پر ہی اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب البکاء علی المیت الفصل الاول طبع نور محمدی دھلی ص:۱۵۰)

قارئین کرام! مطلع رہیں کہ واقعہ مذکورہ بالا جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کی مرض الموت پر مع صحابہ آپ ﷺ کا تشریف لانا از راہِ شفقت وترحم اس حالت میں گریہ فرمانا: للّٰہ ما اعطی وللّٰہ مااخذ ...... کی تلقین فرمانا مذکور ہے، یہی واقعہ اپنی تفصیلات کے ساتھ شیعہ کے اکابر علماء نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(الجعفریات او الاشعثیات لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری باب الرخصۃ فی البکاء من غیر نیاحۃ مطبوعہ تہران ص:۲۰۸)

اس واقعہ سے سردار دوجہاں ﷺ کی اپنی دختر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اوران کی اولاد کے ساتھ شفقت وعنایت حد درجہ کی ثابت ہوتی ہے اور مشفقانہ تعلقات کمال درجہ کے عیاں ہوتے ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بیٹے علی بن ابی العاص کا مختصر تعارف

ان کا اسم گرامی علی بن ابی العاص بن الربیع عبدالعزی بن عبدشمس ہے ان کی والدۂ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ہیں۔ یہ امامہ بنت ابی العاص کے بھائی ہیں ان کو قبیلہ بنی غاضرہ میں دودھ پینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ شیر خوارگی سے فارغ ہونے کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو اپنے ساتھ ملالیا تھا اور ابوالعاص ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ ہنوز اسلام نہیں لائے تھے۔

علی بن ابی العاص نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں ہی پرورش پاتے رہے

اور جناب کی تربیت ان کو حاصل رہی، جب مکہ فتح ہوا تو سردار دو عالم ﷺ نے ان کو اسواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ بعض کے نزدیک یہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہوئے۔

(اسد الغابۃ لابن اثیر تحت علی بن ابی العاص ۴۱/۴)

امامہ بنت ابی العاص کا مختصر تعارف

ان کا نام "امامہ" بنت ابی العاص بن ربیع ہے اور ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول خدا ﷺ ہیں۔

۱......رسالت مآب ﷺ کے مبارک دور میں ان کی ولادت ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ کے خانہ مبارک میں پرورش پاتی رہیں اور یہاں شیعہ علماء نے بھی لکھا ہے کہ آپ ﷺ امامہ کے ساتھ حد درجہ کا پیار اور محبت فرمایا کرتے تھے۔

(تنقیح المقال مامقانی فصل النساء۔الفصل الرابع ۶۹/۳)

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ سردار دو عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور امامہ بنت ابی العاص آپ ﷺ کے دوش مبارک پر تھیں آپ ﷺ نماز ادا فرماتے رہے جب آپ رکوع فرماتے تو ان کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ کھڑے ہوتے تو امامہ کو اٹھا لیتے تھے۔ امامہ کو محبت کے ساتھ اٹھانے کے واقعات حدیث میں متعدد بار مذکور ہوئے ہیں اور حدیث کی کتابوں میں یہ واقعات دستیاب ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس صغیرہ بچی کے ساتھ غایت درجہ کی محبت اور شفقت فرمایا کرتے تھے مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ ہو۔

(بخاری شریف باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ عنقہ فی الصلوٰۃ ۷۴/۱)

ان روایات میں نبی اقدس ﷺ کا امامہ کے ساتھ محبت اور پیار کرنا اور غایت شفقت کے ساتھ بار بار اٹھا لینا مذکور ہے جس طرح آپ ﷺ حسنین شریفین کو اپنے دوش مبارک پر اٹھایا کرتے تھے اسی طرح ان کی خالہ زاد بہن امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا کو اٹھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی توجہات کریمانہ سے یہ تمام اولاد مستفید ہوتی تھی اور یہ سلسلہ عنایت ہمیشہ قائم رہتا تھا۔ جس طرح حسنین کریمین آپ کی اولاد تھے اسی طرح امامہ بھی آپ ﷺ کی اولاد میں سے تھیں۔

۲...... حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی امامہ بنت ابی العاص کے متعلق ایک اور عجیب واقعہ محدثین اور اہل تراجم نے اپنے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک بیش قیمت ہار بطور ہدیہ آیا، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اتفاقاً وہاں جمع تھیں اور امامہ بنت ابی العاص چھوٹی لڑکی تھیں اپنے بچپن کے طرز پر گھر میں ایک طرف کھیل رہی تھیں۔ نبی اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہار کس طرح کا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اس سے بہترین تو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں یہ تو بہت عمدہ ہے پھر آپ نے اس ہار کو پکڑا اور فرمایا لادفعنها الی احب اهلی الیّ یعنی میں اپنے اہل بیت میں سے جو مجھے زیادہ پسند ہے اس کی گردن میں یہ ڈالوں گا۔ تمام ازواج مطہرات اس بات کی منتظر تھیں کہ قلادہ کس کے حصہ میں آتا ہے تو آپ ﷺ نے اپنی دختر زادی امامہ بنت زینب کو بلایا اور اس کے گلے میں ہار پہنا دیا اس واقعہ کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ درج ذیل ماخذ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

(مجمع الزوائد للهیثمی تحت مناقب زینب بنت رسول الله ۹/۲۵۴)

واقعہ ہذا سے یہ واضح ہوا کہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی امامہ کے ساتھ آپ ﷺ کا کس قدر قلبی تعلق تھا آپ ﷺ نے اپنی دختر زادی امامہ کے لئے احب اھلی ، کے الفاظ ذکر فرمائے یہ ماں اور بیٹی کے حق میں کتنے شفقت کے الفاظ ہیں اور غایت درجہ کے التفات کی دلیل ہے۔

یہ سب چیزیں صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کی وجہ سے صادر ہو رہی ہیں اس کی بناء پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مقام جو رسالت مآب ﷺ کے نزدیک ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب حضرات ان مسائل سے خوب واقف تھے انہوں نے امت مسلمہ کو یہ سب مسائل بتلائے اور جمہور اہل اسلام ان چیزوں کے قائل تھے لیکن اس دور کے بعض مرثیہ خواں آپ ﷺ کی اولاد شریف کے ان فضائل کا برملا انکار کر رہے ہیں لیکن یاد رکھئے ان کے انکار کی وجہ سے اولاد نبوی کا شرف و مرتبہ کم نہیں ہوسکتا۔

امامہ رضی اللہ عنہا کے حق میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت

درج ذیل واقعہ اگرچہ حضرت فاطمۃ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد پیش آیا تھا لیکن امامہ کے متعلقات چونکہ ماقبل میں ذکر ہو رہے ہیں اس مناسبت کی بنا پر واقعہ ہذا کو بھی یہاں ذکر کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا ہم نے یہ بطور معذرت کے عرض کر دیا ہے۔

امامہ بنت ابی العاص حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ابو العاص کی صاحبزادی ہے ابو العاص قریباً ۱۲ھ کے آخر میں فوت ہو گئے تھے انہوں نے وفات سے پہلے زبیر بن عوام کو اپنی لڑکی امامہ کی نگرانی کی وصیت کی تھی اور ان کو ان کی کفالت میں دیا تھا۔

(کتاب نسب قریش لمصعب زبیری تحت ولد عبد اللہ بن عبد المطلب ص: ۲۲)

اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی لڑکی امامہ کے ساتھ نکاح کرنا وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی۔

چنانچہ شیعہ علماء نے اس مسئلہ کو متعدد بار ذکر کیا ہے سلیم بن قیس کی کتاب میں یہ الفاظ ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتی ہیں:

انا اوصیک ان تزوج بنت اختی زینب تکون لولدی مثلی۔

(کتاب سلیم بن قیس الکوفی تحت وصیت فاطمة لعلی طبع ایران ص:۲۲۶)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کے مطابق ۱۲ ہجری میں امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت زبیر بن عوام نے اپنی نگرانی میں ان کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردی۔ یہ نکاح مسلم بین الفریقین ہے اہل سنت اور شیعہ دونوں حضرات اپنے اپنے مقام میں اس کو ذکر کیا کرتے ہیں۔ نکاح ہذا کو مزید تائید کے طور پر شیعہ علماء کی مندرجہ ذیل کتب میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(مروج الذہب للمسعودی الشیعی تحت ذکر امور واحوال من مولدہ الی وفاتہ ۲۹۸/۲)

پھر امامہ بنت ابی العاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں لیکن اتفاق قدرت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی جس وقت حضرت علی کوفہ میں شہید ہوئے تو اس وقت وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ازواج میں یہ زندہ تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے ہوا تھا پھر مغیرہ کے نکاح میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں۔

(انوار النعمانیہ تحت نور مولودی ۳۶۷/۱)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال حسرت ملال

زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہیں اور ۸ ہجری میں خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔ اس کا سبب اسقاط حمل کی وہ تکلیف تھی جو پہلی دفعہ مکہ سے آتے ہوئے ذی طوی کے مقام پر انہیں پہنچی تھی۔

سیدہ زینب بنت رسول اللہ کو غسل دینے والے؟

عبید اللہ بن ابی رافع نے اپنے دادا سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ:

كانت ام ايمن ممن غسل زينب بنت رسول الله ﷺ وسودة بنت زمعة وام سلمة زوج النبي ﷺ۔

(طبقات ابن سعد ۸/۳۴)

حضرت ام ایمن، سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ زوجہ مصطفیٰ ﷺ نے حضرت زینب بنت رسول (ﷺ) کو غسل دیا۔ (رضی اللہ عنہن)

نماز جنازہ نبی کریم ﷺ نے خود پڑھائی اور حضرت ابو العاص نے قبر میں اُتارا ایک روایت میں ہے کہ آپ خود بھی قبر میں اُترے۔

جس دن حضرت زینب نے وفات پائی سرکار دو عالم ﷺ بے حد مغموم تھے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے اور فرمارہے تھے۔

"زینب میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی"۔

نبی کریم ﷺ کا قبر زینب رضی اللہ عنہا میں اُتر کر دُعا فرمانا

جس وقت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ ہو چکا اس کے بعد ان کی تدفین

کا مرحلہ تھا علماء نے اس دن کے واقعے کو بڑی تفصیل کے ساتھ صحابۂ کرام سے نقل کیا ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، ہم صحابہ کی جماعت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دفن کے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ہم قبر پر پہنچے سردار دو عالم نہایت مغموم تھے ہم میں سے کوئی آپ ﷺ کی خدمت میں کلام کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔قبر کی لحد بنانے میں ابھی کچھ معمولی دیر تھی آپ ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپ کے آس پاس بیٹھ گئے،ہم سب پر ایک قسم کی حیرانی کا عالم طاری تھا،اسی اثنا میں آپ کو اطلاع کی گئی کہ قبر تیار ہو گئی ہے اس کے بعد نبی کریم ﷺ قبر سے باہر تشریف لائے آپ ﷺ کا چہرۂ انور کھلا ہوا تھا اور غمگینی کے آثار کم ہو چکے تھے۔طبیعت بشاش تھی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم پہلی حالت کے متعلق کلام کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اب آپ کی طبیعت میں بشاشت ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قبر کی تنگی اور خوفنا کی میرے سامنے تھی اور زینب رضی اللہ عنہا کا ضعف اور کمزوری بھی مجھے معلوم تھی، یہ بات مجھے بہت ناگوار گزر رہی تھی پس میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی کہ زینب کے لئے اس حالت کو آسان فرما دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا اور زینب رضی اللہ عنہا سے اس مشکل کو دور کر دیا گیا۔

فقلنا یارسول اللہ رایناك مهتما حزینا فلم نستطع ان نكلمك ثم رایناك سری عنك فلم ذلك قال كنت اذكر ضیق القبر وغمه

وضعف زینب فکان ذلك یشق علی فدعوت الله عزوجل ان یخفف عنها ففعل۔

(مجمع الزوائد للهیثمی تحت باب فی ضغطة القبر ۔ ۴۷/۳)

مندرجہ بالا مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے شیعہ کتب سے بعینہٖ عبارت نقل کی جاتی ہے تاکہ قارئین کرام کو اس مسئلہ میں پوری طرح تسلی ہو جائے کہ یہ مسئلہ شیعہ وسنّی فریقین کے ہاں مسلم ہے حالات زینب (دختر نبوی ﷺ) میں مامقانی نے لکھا ہے کہ:

ماتت سنة ثمان فی حیوة رسول الله ﷺ ونزل فی قبرها وهو مهموم محزون فلما خرج سری عنه وقال کنت ذکرت زینب وضعفها فسالت الله تعالٰی ان یخفف عنها ضیق القبر وغمسه ففعل وهوّن علیها۔

(تنقیح المقال لعبدالله مامقانی من فصل النساء تحت زینب بنت رسول الله ﷺ ۷۹/۳)

اس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کی ظاہری حیات میں ۸ ہجری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں اور زینب رضی اللہ عنہا کی قبر میں رسول خدا ﷺ غمگینی کی حالت میں اُترے اور نہایت غمزدہ تھے جب قبر سے باہر تشریف لائے تو طبیعت کھلی ہوئی تھی اور ارشاد فرمایا کہ زینب رضی اللہ عنہا کے ضعف کا مجھے بہت خیال تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ قبر کی تنگی زینب رضی اللہ عنہا سے کم کردی جائے پس اللہ تعالیٰ نے منظور فرمالیا اور اس پر آسانی کردی ہے۔

فریقین کی کتابوں سے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ نے اپنی پیاری صاحبزادی کے حق میں کس قدر مشفقانہ معاملہ فرمایا، وفات سے لے کر دفن تک تمام مراحل میں

آپ ﷺ کی نظرِ عنایت شامل حال رہی جیسا کہ مذکورہ حوالہ جات میں تفصیلاً پیش کردیا ہے، مرحلۂ قبر میں تو خصوصی توجہ فرما کر آپ ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے سفرِ آخرت کا مرحلہ اپنی خصوصی شفاعت کے ساتھ طے فرمادیا اور قبول شفاعت کو اس عالم میں ہی برملا طور پر بیان فرمادیا۔

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ بڑی بلند فضیلت ہے جو ان کو دربار نبوت سے مل چکی اور اہل اسلام کی خواتین کے لئے سرمایہ عبرت ہے وجہ یہ ہے کہ قبر کا مرحلہ کوئی معمولی بات نہیں اس کی فکر رکھنا اور تیاری کرنا مہمات دین میں سے ہے۔ آپ ﷺ کی اولاد شریف کے لئے جب یہ حالات پیش آرہے ہیں تو دوسروں کو تو ان واقعات کی خصوصی فکر کی ضرورت ہے۔

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیلئے شہیدہ کے لقب کی خصوصی فضیلت

سیدہ زینب بنت رسول خدا ﷺ کی سوانح اور حالات مختصر طور پر قارئین کی خدمت میں پیش کئے گئے ہیں ان کی زندگی کا ہر ایک واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے ابتدائی دور سے لے کر ہجرت تک یہ دور اول ہے پھر ہجرت کے بعد ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو مدنی زندگی کے متعلق ہے۔ ان تمام حالات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے دشوار تر واقعہ ان کی ہجرت کا ہے جس میں ان کو سخت اذیتیں پہنچیں۔ اور انہوں نے بڑے صبر وثبات کے ساتھ برداشت کیں علماء نے لکھا ہے کہ وفات سے قبل ان کے وہی زخم تازہ ہوگئے جو ان کو واقعہ ہجرت میں پہنچے

تھے اور وہی چیزیں ان کی وفات کا سبب بنیں اس بناء پر بڑے بڑے اکابر مصنفین نے ان کے حق میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

فلم تزل وجعة حتى ماتت من ذلك الوجع فكانوا يرون انها شهيدة۔

(مجمع الزوائد للهيثمی باب ماجاء فی فضل زینب ۲۱۶/۹)

اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ جلد خامس حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں یہی مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں ادا کیا ہے:

فكانوا يرونها ماتت شهيدة۔

(البداية والنهاية لابن كثير فصل فی ذكر اولاده ﷺ ۳۰۸/۵)

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس درد زخم کی وجہ سے ہمیشہ بیمار رہیں حتیٰ کہ ان کا انتقال ہوگیا اس بنا پر اہل اسلام ان کو ''شہیدہ'' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا لقب ''شہیدہ زینب'' تجویز کیا گیا ہے۔

سوانح سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

قارئین محترم! سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا آقا کریم ﷺ کی لاڈلی صاحبزادی ہیں آپ کی ولادت نبی کریم ﷺ کی بڑی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ کی والدہ بھی سیدہ خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا ہیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے تین برس بعد پیدا ہوئیں، اس وقت سردار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک قریباً تینتیس ۳۳ برس تھی۔

(تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار لکبری تحت ذکر رقیہ بنت رسول اللہ ۱/۲۷۳)

تربیت رقیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہنوں کے ساتھ اپنے آقا کریم ﷺ کی نگرانی میں تربیت پائی اور اپنے سن شعور کو پہنچیں۔

آپ کے والدین شریفین کی تربیت اکسیر اعظم تھی جوان کے آئندہ کمالاتِ زندگی کا باعث بنی۔

سیدہ زینب سے چھوٹی شہزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا

رقیة بنت رسول اللہ ﷺ امها خدیجة رضی اللہ عنها بنت خویلد اکبر بناته زینب ثم رقیة۔

سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

ہیں، ان کی سب سے بڑی بیٹی زینب اور پھر رقیہ ہیں۔

(الاستیعاب ۴۲۷/۲)

حضرت نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی شہزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی شہزادی رقیہ تھیں۔ یہ بھی حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے پیدا ہوئیں۔

جعفر بن سلیمان بن الہاشمی نے کہا:

و ولدت رقیة بنت رسول الله ﷺ ورسول الله ﷺ ابن ثلاث وثلاثین سنة۔

(الاستیعاب ۴۲۷/۲)

اور سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئیں تو اس وقت نبی اکرم ﷺ کی عمر مبارک تینتیس (۳۳) سال تھیں۔

سیدہ رقیہ کا قبول اسلام اور آقا کریم ﷺ کی بیعت کرنا

خواتین میں سب سے پہلے اسلام لانے والی خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں سیدہ خدیجہ کے ساتھ آپ کی صاحبزادیاں بھی اسلام لانے میں پیش پیش رہیں جس وقت آپ کی والدہ محترمہ اسلام لائیں تو ان کے ساتھ ہی آپ کی تمام صاحبزادیاں مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بیعت نبوی ﷺ کا شرف حاصل کیا۔

واسلمت حین اسلمت امها خدیجة بنت خویلد و بایعت رسول الله ﷺ هی واخواتها حین بایعه النساء۔

(طبقات ابن سعد تحت رقیه بنت رسول الله ﷺ ۲۲/۸)

یعنی جب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

نے بھی اسلام قبول کیا اور جب دوسری عورتوں نے بیعت کی تو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے اور ان کی بہنوں نے بھی رسول خدا ﷺ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا اعلان نبوت سے قبل نکاح

اسلام سے قبل اس دور کے دستور کے مطابق سردار دو جہاں ﷺ نے اپنی دونوں صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح بالترتیب اپنے چچا ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ یہ صرف انتساب نکاح تھا ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔

جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ نے لوگوں کو دعوتِ اسلام دینی شروع کی تو ابولہب اور اس کی بیوی آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور انہوں نے آپ کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ غیرت الٰہی جوش میں آئی اور سورہ تبت یدا ابی لھب وتب نازل ہوئی۔ ابولہب کو سخت غصہ آیا۔ اس کے ایک بیٹے عتبہ کے نکاح میں حضرت رقیہ تھیں اور دوسرے بیٹے عتیبہ سے حضرت ام کلثوم کا نکاح ہوا تھا۔ ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرا اٹھنا بیٹھنا تمہارے ساتھ حرام ہے اگر تم نے محمد (ﷺ) کی لڑکیوں کو طلاق نہ دی۔ دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔

یہ طلاق اس وقت ان دختران نبی کا غیبی اعزاز تھا تقدیر الٰہی نے فیصلہ کیا کہ یہ پاک صاحبزادیاں عتبہ اور عتیبہ کے ہاں نہ جا سکیں، باپ کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے دونوں دختران نبی (یعنی رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کو طلاق دے دی اور یہ رشتہ

اسلام کے ساتھ عداوت کی بنا پر منقطع کر دیا گیا۔

علمائے تاریخ وسیر لکھتے ہیں:

فلما بعث رسول الله ﷺ وانزل الله "تبت يدا ابى لهب" قال له ابوه ابولهب راسي من راسك حرام ان لم تطلق ابنته ففارقها ولم يكن دخل بها۔

(الطبقات لابن سعد تحت رقية بنت رسول الله ﷺ ۲۴/۸)

جب سید عالم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے تبت یدا ابی لہب سورت نازل فرمائی تو عتبہ کو اس کے باپ ابولہب نے کہا میری سرداری کی جانشینی تیرے لئے حرام ہے اگر تو نے ان (حضور) کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو عتبہ نے رخصتی سے قبل ہی حضرت رقیہ کو چھوڑ دیا۔

ان دونوں صاحبزادیوں (رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کا کوئی قصور اور عیب نہ تھا محض رسول خدا ﷺ کی اولاد ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اذیت پہنچائی گئی۔

مسئلہ ہذا اہل تشیع کے نزدیک

علمائے اہل سنت کی طرح شیعوں کے اکابر علماء نے بھی اس واقعہ کو تفصیل سے یوں لکھا ہے کہ:

واما رقية فتزوجها عتبة بن ابى لهب فطلقها قبل ان يدخل بها ولحقها منه اذى فقال النبى ﷺ " اللّٰهم سلّط على عتبة كلبا من كلابك فتناوله الاسد من بين اصحابه۔

(الانوار النعمانية تحت نور مولودى ۳۶۷/۱)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ بن ابی لہب نے نکاح میں لیا پھر اس نے شادی

ہونے سے قبل رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اس طریق کار کی وجہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ کی وجہ سے نہایت تکلیف پہنچی تو نبی اقدس ﷺ نے عتبہ کے حق میں دعائے ہلاکت فرمائی اور عرض کیا ”یا اللہ! اپنے درندوں میں سے ایک درندہ عتبہ پر مسلط فرمادے (جو اس کو چیر پھاڑ ڈالے) نبی کریم ﷺ کی یہ دعا منظور ہوگئی۔ ایک موقعہ پر عتبہ اپنے ساتھیوں میں موجود تھا کہ ایک شیر نے آکر عتبہ بن ابی لہب کو پکڑ کر پھاڑ ڈالا۔

نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے دعا کی شکل میں ظاہر ہوئے قدرت کاملہ کی طرف سے وہ منظوری پا گئے۔

صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے واقعہ طلاق کے چند دن بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ وہ نہایت صالح، متمول اور مخیر نوجوان تھے۔ نبی اکرم عالم ﷺ نے اپنی دامادی کے لئے انہیں منتخب فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اپنی دلی خواہش بھی یہی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مکہ ہی میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان سے کردی۔

صاحب الاستیعاب اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہیں:

قال ابن الشهاب فتزوجو عثمان بن عفان رقية بمكة وهاجرت معه الى ارض الحبشة و ولدت له هناك ابنا فسماه عبدالله فكان يكنى به۔

(الاستیعاب ۴۷۷/۲)

ابن شہاب زہری نے کہا، حضرت سید عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ معظمہ میں نکاح فرمایا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارض حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی وہاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے ان کا نام عبداللہ رکھا گیا انہی عبداللہ کی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابوعبداللہ ہوئی۔

ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسری حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی عزیزہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ کر دوں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ مکہ شریف میں کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی۔

(کنز العمال تحت فضائل ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ ۳۷۵/۶)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دونوں صاحبزادیاں حضرت سیدہ رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی تھیں۔ پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا عقد کر دیا تھا یہ مکہ شریف میں ہوا تھا اور ہجرت مدینہ سے پہلے ہوا تھا، پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔ جس کی تفصیلات آئندہ ذکر کی جا رہی ہیں۔

دوسری روایت میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی اقدس ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادی کے ساتھ نکاح کیا (ان کے انتقال کے بعد) پھر اپنی دوسری صاحبزادی ان کے نکاح میں دے دی نکاح یکے بعد دیگرے منعقد ہوئے۔

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر طبع اول حیدرآباد دکن باب فضائل ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ ۳۷۹/۶)

نبی اقدس ﷺ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان صاحبزادیوں کا نکاح کر دینا حضرت عثمان کے لئے بہت بڑی سعادت مندی ہے اور خوش بختی ہے جو اُن کو نصیب ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے دامادی کا شرف پا گئے۔ نیز یہ چیز بھی قابل قدر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہ تعلقات نبی اقدس ﷺ کے ساتھ مدت العمر خوشگوار رہے اور کسی ناخوشگواری کی نوبت نہیں آئی اور اسی صورت حال پر خاتمہ بالخیر ہوا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف نساء قریش کی زبانی

علماء تاریخ نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو حسن و جمال کے وصف سے خوب نوازا تھا۔ صاحب "تاریخ الخمیس" اپنی تاریخ میں اور محب الطبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں اسے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

وکانت ذات جمال رائع۔

یعنی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نہایت عمدہ جمال کی حامل تھیں۔

(تاریخ الخمیس تحت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲۷۴/۱)

جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی اور بیاہ ہوا ہے تو اس

دور کے قریش کی عورتیں ان زوجین پر رشک کرتی تھیں اور دونوں کے حسن و جمال کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کرتی تھیں:

احسن شخصین رای انسان رقیة و بعلها عثمان

یعنی قریش کی عورتیں کہتی تھیں کہ انسان نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(تفسیر القرطبی تحت آیت قل لازواجك وبناتك ۲۴۲/۱۴)

ہجرت حبشہ

مکہ میں کفار نے جب مسلمانوں کو بے حد ستایا تو سید عالم ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ اس موقع پر آقا کریم ﷺ نے فرمایا:

ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد عثمان پہلا شخص ہے جس نے خدا کی راہ میں اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کی ہے۔

(البدایه والنهایة لابن کثیر ۶۶/۳، ۶۷)

یہ اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔

قرآن مجید میں مہاجرین کے حق میں بہت سی فضیلت کی آیات آئی ہیں ان میں سے ایک یہاں درج کی جاتی ہے۔

والذین هاجروا فی الله من بعد ماظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة ولاجر الآخرة اکبر۔

یعنی جن لوگوں نے ستم رسیدہ ہونے کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کی اور ترک وطن کیا ان لوگوں کو ہم دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے۔

یہ آیات قرآنی عام ہیں اور ہر اس ہجرت کو شامل ہیں جو دین کی خاطر ہو سو مہاجرین حبشہ بھی اس کا مصداق ہیں اور وہ ان فضیلتوں کے حامل ہیں جو مالک کریم نے مصائب وشدائد پر مرتب فرمائیں اور انہیں بڑے انعامات سے نوازا۔

اور جو حضرات اس ہجرت میں مکہ شریف سے نکلے تھے ان میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ بھی تھیں۔ مسلمانوں میں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کا یہ پہلا قافلہ تھا اور نبوت کے پانچویں سال میں ہجرت حبشہ کا یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

اس مفہوم کو حافظ ابن کثیر نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

قال لهم لوخرجتم الى ارض الحبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده احد ،وهى ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه فخرج عند ذلك المسلمون من اصحاب رسول الله ﷺ الى ارض الحبشة مخافة الفتنة وفرارا الى الله بدينهم فكانت اول هجرة كانت فى الاسلام فكان اول من خرج من المسلمين عثمان بن عفان وزوجته رقية بنت رسول الله ﷺ -

(البداية والنهاية لابن كثير تحت باب الهجرة من هاجر من مكة الى ارض الحبشة ۲۶/۳)

امام حاکم نے ہجرت حبشہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

عن عروة فى تسمية الذين خرجوا فى المرة الاولى الى هجرة

الحبشة قبل خروج جعفر واصحابه عثمان بن عفان مع امرأته رقية بنت رسول الله ﷺ ۔

(المستدرک ۶/۴)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو افراد پہلی مرتبہ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حبشہ کی طرف گئے، حضرت جعفر (طیار) رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں سے پہلے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اوران کی زوجہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ تھے۔

سردار دوجہاں ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ہجرت حبشہ کا شرف پہلے حاصل ہوا۔ان کو اپنے خاوند کی معیت میں یہ سعادت نصیب ہوئی۔دین کی حفاظت کی خاطر سفر کے مصائب برداشت کرنا کوئی معمولی شرف نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بہت بڑا اجر ہے۔

ہجرت حبشہ کے بعد سیدہ رقیہ اور حضرت عثمان غنی کے احوال کی دریافت

ہجرت حبشہ کے بعد ان ہجرت کرنے والوں کی خیر وعافیت کے احوال ایک مدت تک معلوم نہ ہوسکے۔نبی اقدس ﷺ کو ان کے متعلق پریشانی لاحق تھی۔اسی دوران قریش کی ایک عورت حبشہ کے علاقہ سے مکہ شریف پہنچی۔نبی کریم ﷺ نے اس سے ہجرت کرنیوالوں کے حال احوال دریافت فرمائے تو اس نے بتلایا کہ اے محمد! (ﷺ) آپ کے داماد اور آپ ﷺ کی دختر کو میں نے دیکھا ہے،تو رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ کیسی حالت میں دیکھا ہے؟

قالت رایته قد حمل امراته علی حمار من هذه الدبابة وهو یسوقها فقال رسول الله ان عثمان اول من هاجر باهله بعد لوط علیه السلام۔

(البدایة لابن کثیر تحت باب هجرة من هاجر من مکة الی ارض الحبشة ۶۶،۶۷/۳)

تواس عورت نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کیے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے تو اس وقت نبی اقدس ﷺ نے فرمایا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کی۔

شیعہ علماء کی طرف سے ہجرت حبشہ کی تائید

شیعہ علماء نے ہجرت حبشہ کا واقعہ اس طرح تحریر کیا ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں، کفار مکہ سے روپوش ہو کر یہ حضرات حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے ان میں (حضرت) عثمان بن عفان بھی تھے اور ان کی اہلیہ رقیہ بنت رسول خدا ﷺ بھی ہمراہ تھیں۔

پس یازدہ مرد و چہار زن خفیہ از اہل کفر گریختند و بجانب حبشہ رواں شدند از جملہ آنہا عثمان بود و رقیہ دختر حضرت رسول ﷺ کہ زن او بود۔

(حیات القلوب از ملا باقر مجلسی باب در بیان هجرت حبشه ۳۳۰/۲)

اسلام کے ابتدائی دور میں اہل اسلام پر بڑی بڑی آزمائشیں آئی تھیں ان میں ہجرت حبشہ بھی ایک مستقل آزمائش تھی ۔مہاجرین حبشہ میں حضرت عثمان بن عفان کا مع اپنی اہلیہ (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کے شمار ہونا مسلمات میں سے

ہے۔شیعہ وسنّی علماء نے اس مسئلہ کو اپنے اپنے انداز میں بصراحت درج کیا ہے چنانچہ چند ایک حوالہ جات ہم نے دونوں جانب سے پیش کر دیئے ہیں تا کہ دونوں فریق کو تسلی ہو سکے۔

حبشہ سے واپسی اور مدینہ شریف کی طرف ہجرت

کافی عرصہ حبشہ میں قیام کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے ہیں۔چنانچہ کچھ دوسرے مسلمانوں اور حضرت رقیہ کے ہمراہ انہوں نے مکہ کی طرف مراجعت کی اور پھر چند دن کے بعد آقا کریم ﷺ کی اجازت سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو دو مرتبہ ہجرت کا شرف حاصل ہوا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ سمیت دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے راستے میں دین کی خاطر دو بار ہجرت نصیب فرمائی۔ایک بار انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دوسری مرتبہ مکہ شریف سے مدینہ کی طرف مشہور ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔دو بار ہجرت کی فضیلت ایک بہت بڑا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیب فرمایا۔اس سلسلہ میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی ان دو ہجرتوں سے مشرف ہوئیں اور ان کو یہ عظیم فضیلت حاصل ہوئی۔دو بار ہجرت کی فضیلت اس حدیث سے بھی ثابت ہے جس میں حضرت اسماء بنت عمیس کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو کہہ دیا کہ ہم

نے مکہ سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی پس ہم رسول اللہ ﷺ کے تم سے زیادہ حقدار ہیں یہ سن کر حضرت اسماء غصہ میں آگئیں اور رسالت مآب ﷺ کی خدمت اقدس میں جا کر شکایت کی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے تسلی دلائی اور فرمایا کہ:

له ولاصحابه هجرة واحدة ولكم انتم اهل السفينة هجرتان۔

یعنی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے لئے ایک ہجرت ہے اور اے اہل السفینۃ تمہارے لئے دو ہجرتیں ہیں۔

(مسلم شریف باب فضائل جعفر واسماء بنت عمیس ۳۰۴/۲)

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر خیر

سیدہ رقیہ کی اولاد کے بارے میں ابن اسحاق لکھتے ہیں:

عاشت رقية رضى الله عنها حتى تزوجها عثمان رضى الله عنه و ولد من رقية غلام يسمى عبدالله۔

(المستدرك ۴۷/۴)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حتی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ نکاح فرمایا اور ان سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام عبداللہ رکھا گیا۔

دیگر علماء نے اس طرح لکھا ہے:

کہ حبشہ میں ان کے ہاں ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا تھا پھر اس کے بعد ان کا دوسرا بچہ حبشہ ہی میں ہوا جس کا نام ''عبداللہ'' رکھا گیا اور اسی نام کی نسبت سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابو عبداللہ'' مشہور ہوئی۔اپنے والدین کے ساتھ

نواسہ رسول عبداللہ مدینہ شریف پہنچے۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ جب قریباً چھ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونگ لگا کر زخمی کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا چہرہ متورم ہو گیا تھا پھر وہ ٹھیک نہ ہو سکا اسی حالت میں وہ انتقال کر گئے۔

یہ اپنی والدہ کے بعد جمادی الاولیٰ ۴ھ میں مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے اس کے علاوہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اور اولاد نہیں ہوئی۔

وكانت قد اسقطت من عثمان سقطا ثم ولدت بعد ذلك عبدالله وكان عثمان يكنى به في الاسلام وبلغ سنين فنقره ديك في وجهه فمات ولم تلد له شيئاً بعد ذلك۔

(تفسیر القرطبی طبع مصر تحت آیہ قل لازواجك وبناتك ۲۴۲/۱۴)

بوقت وصال عبداللہ بن عثمان کی عمر

قال ابن اسحاق ويقال ان عبدالله بن عثمان مات في جمادى الاولى سنة اربع وهو ابن ست سنين -

(المستدرك ۴۷/۴)

ابن اسحاق نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہما (حضرت رقیہ کے صاحبزادے) کا وصال جمادی الاولی ۴ ہجری میں ہوا، اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی۔

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ (جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے متولد تھے) کے متعلق اسی طرح تحریر کیا ہے کہ وہ صغیر السن تھے کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھوں میں چونچ سے زخم کر ڈالا، اس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے

حتی کہ ان کی وفات ہوگئی۔

شیخ نعمۃ اللہ الجزائری شیعی مجتہد لکھتا ہے کہ:

فولدت له عبدالله و مات صغیرا نقرہ دیك علی عینیه فمرض ومات۔

(انوار النعمانیه تحت نور مرتضوی ۱/۸۰)

اور مشہور مؤرخ مسعودی شیعی نے یہاں اس بات کی تصریح کردی ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کے حضرت رقیہ سے دو عدد لڑکے تھے ایک لڑکے کو عبداللہ اکبر کہتے تھے اور دوسرے کو عبداللہ اصغر دونوں کی والدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

وکان له من الولد عبدالله الاکبر و عبدالله الاصغر امهما رقیة بنت رسول الله ﷺ۔

(مروج الذهب للمسعودی تحت ذکر عثمان ذکر نسبه ولمع من اخبارہ وسیرہ ۲/۳۴۱)

صاحبزادہ عبداللہ کا جنازہ اور دفن

بلاذری وغیرہ علماء نے ذکر کیا ہے جب صاحبزادہ عبداللہ بن عثمان کا انتقال ہوا سردار دوجہاں ﷺ نہایت غمناک ہوئے اسی پریشانی کی حالت میں آپ ﷺ نے عبداللہ کو اٹھا کر گود میں لیا آپ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحیم وشفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے، اس کے بعد اس کی نماز جنازہ خود پڑھائی پھر دفن کرنے کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قبر میں اُترے اور ان کو دفن کردیا۔

واما عبداللّٰه بن عثمان فان رسول الله ﷺ وضعه فی حجرہ ودمعت علیه عینه وقال انما یرحم الله من عبادہ الرحماء۔

وصلی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزل عثمان فی حفرتہ۔

اس تمام واقعہ میں نبی کریم ﷺ شریک غم تھے اور اپنے سامنے اپنے نواسے کے حق میں ہدایات فرمائیں اور ان کے موافق یہ سارے انتظامات مکمل ہوئے۔

انسان کا اپنی اولاد سے فطری طور پر قلبی تعلق ہوتا ہے۔ جب بھی اولاد پر مصیبت آتی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے پھر صبر کرنے سے ہی یہ مرحلہ طے ہوتا ہے اس موقع پر اسی طرح کیا گیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی اپنے خاوند کی خدمت گزاری

سردار دو جہاں ﷺ اپنی صاحبزادی کے ہاں بعض اوقات تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے احوال کی خیریت دریافت فرماتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ اپنی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اس وقت وہ اپنے زوج حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کو دھو رہی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے بیٹی ! اپنے خاوند عثمان کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی گزاریں۔ عثمان میرے اصحاب میں سے اخلاق میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں۔

یابنیة احسنی الی ابی عبداللہ فانه اشبه اصحابی بی خلقا (طب عن عبدالرحمن بن عثمان القرشی) ان رسول اللہ ﷺ دخل علی ابنته وهی تغسل راس عثمان ۔

(کنز العمال فضائل عثمان ۱۴۹/۶)

یہاں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی اپنی صاحبزادیوں کے ساتھ کمال شفقت تھی اور وقتاً فوقتاً آپ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے نیز ان صاحبزادیوں کے اپنے ازواج کے ساتھ نہایت شائستہ تعلقات تھے اور وہ اپنے زوج کی خدمت گزار بیبیاں تھیں اور اسلام کی تعلیم بھی یہی ہے کہ زوجہ اپنے خاوند کی بہتر طریق سے خدمت بجالائے۔

نیز معلوم ہوا کہ سردار دو عالم ﷺ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ عمدہ روابط رکھتے تھے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اخلاق میں عثمان رضی اللہ عنہ میرے زیادہ مشابہ ہیں۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوت سے بیان ہوئی۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت

۲ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا شدید بیمار ہوگئیں۔ اس وقت آقا کریم ﷺ بدر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ روانگی سے پہلے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رقیہ کی خبر گیری کے لئے مدینہ ہی میں ٹھہریں، اس کے عوض اللہ تعالیٰ انہیں جہاد میں شریک ہونے کا ثواب بھی دے گا اور مال غنیمت سے بھی انہیں حصہ ملے گا۔ (صحیح بخاری باب مناقب عثمان ۱/۵۲۳)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہی ٹھہرے۔ نبی اکرم ﷺ ابھی بدر ہی میں تھے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تکلیف بڑھ گئی بیماری کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ ''خسرہ'' کی بیماری لاحق ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے خادم حضرت اسامہ بن زید کو مدینہ شریف میں ٹھہرنے کا حکم فرمادیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدری صحابہ کے مساوی حصہ

علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان کے ذریعے بدر کی شمولیت سے روکا تھا تو گویا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمان نبوی کے تحت حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے لئے رُکے تھے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر کے غنائم میں سے دیگر غانمین اور مجاہدین کے ساتھ باقاعدہ حصہ دیا گیا تھا۔ اور غزوہ بدر میں شمولیت کے ثواب کے متعلق بھی زبان نبوت سے صریح طور پر حکم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس اجر اور ثواب میں بھی برابر کے شریک ہیں۔ گویا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی خدمت کا درجہ جہاد کے برابر قرار دیا۔ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ بہت بڑی عظمت ہے جو زبان نبوت سے صادر ہوئی۔ یہ فضیلت کہ ان کی خدمت جہاد غزوہ بدر کے برابر شمار ہو۔ حضور ﷺ کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ہی یہ اعزاز ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے ''مجمع الزوائد'' میں لکھا ہے کہ:

وتخلف عن بدر عليها باذن رسول الله ﷺ وضرب له رسول الله ﷺ سهمان اهل بدر وقال واجری یارسول الله قال واجرك۔

(مجمع الزوائد للهيثمی تحت باب ماجاء فی رقية بنت رسول الله ﷺ ۲۱۷/۹)

یعنی نبی کریم ﷺ کے فرمان کے باعث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے ان کے ذمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری تھی پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے بدر کے غنائم کے حصوں

میں برابر حصہ مقرر فرمایا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے اجراور ثواب کے متعلق کیا حکم ہے؟ توارشاد نبوی ہوا کہ تمہارا اجرو ثواب بھی باقی اہل بدر کے ساتھ برابر ہے۔

مضمون ہذا بہت سے مصنفین نے تحریر کیا ہے، اہل تحقیق درج ذیل ماخذ کی طرف رجوع کر کے مزید تسلی کر سکتے ہیں۔

(اسد الغابۃ لابن اثیر جزری تحت ذکر رقیہ رضی اللہ عنہا ۴۵٦/۵)

شیعہ کی طرف سے تائید

شیعہ علماء نے بھی یہ مسئلہ اسی طرح ذکر کیا ہے اور مزید یہ تشریح بھی کر دی ہے کہ آٹھ افراد قتال میں شامل نہیں ہو سکے تھے لیکن پھر بھی ان کے لئے آپ ﷺ نے غنائم سے برابر حصہ عنایت فرمایا تھا۔ ان افراد میں سے ایک حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تھے جو غزوہ بدر میں حضرت رقیہ کی بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور حضور اقدس ﷺ نے ان کے لئے غنائم میں سے برابر کا حصہ مقرر فرمایا۔ اس وقت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے اجر کا کیا ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اجر تمہیں ملے گا۔

اہل علم کی دل چسپی کے لئے شیعہ مؤرخ مسعودی کی عبارت بعینہٖ پیش خدمت ہے:

وضرب لثمانية نفر باسهمهم لم يشهد والقتال وهم عثمان بن عفان تخلف عن بدر لمرض رقية بنت رسول الله ﷺ فضرب له بسهمه فقال يا رسول الله واجري قال واجرك ......

(التنبیه والاشراف للمسعودی الشیعی تحت ذکر السنة الثانیة من الهجرة۔ص: ٢٠٥)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات پر ایک بے ہودہ اعتراض کا جواب

بعض لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آنکھیں بند کر کے اعتراض قائم کرتے ہیں کہ وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے اور بدر کے فضائل سے محروم رہے۔تو اس کے متعلق مندرجہ بالا روایات نے واضح کر دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے اور یہ صورت حال رسالت مآب ﷺ کے فرمان کے تحت پیش آئی تھی اور پھر نبی کریم ﷺ نے اس تخلف کے ہوتے ہوئے آپ کو ان غنائم کے حصوں اور اجر وثواب میں برابر کا شریک قرار دیا تھا۔فلہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان فضائل اور ثواب بدر سے محروم نہیں رہے۔

مسئلہ ہذا اگر مزید سمجھنا مطلوب ہو تو اس واقعہ کو سامنے رکھیں کہ غزوہ تبوک میں جس کے فضائل کتاب وسنت میں بیان فرمائے گئے ہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شامل نہیں ہو سکے تھے اور مدینہ طیبہ میں ٹھہرے رہے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ شریف میں قیام اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہونا بھی فرمان نبوی کے تحت تھا۔بالکل اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں عدم شرکت بھی اسی نوعیت کی ہے۔ مختصر یہ کہ جیسے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات اس مسئلہ میں قابل طعن نہیں ہے اسی طرح حضرت عثمان بن عفان بھی اس مقام میں لائق اعتراض نہیں ہیں۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات

غزوہ بدر ۲ ہجری میں رمضان المبارک میں پیش آیا تھا۔سردارِ دو جہاں ﷺ

اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے ادھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں اکیس سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ عین اس وقت جب قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی، حضرت زید بن حارثہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ میں داخل ہو رہے تھے۔

آقا کریم ﷺ اپنی لختِ جگر کی وفات کا سن کر بہت مغموم ہوئے اور مدینہ واپس آ کر حضرت رقیہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنی بہن کی قبر پر تشریف لائیں اور قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگیں۔ سید عالم ﷺ نے ان کو تسلی دی اور اپنی چادر مبارک کے کناروں سے ان کے آنسو پونچھے۔

قال وجعلت فاطمة رضی الله عنها تبکی علی شفیر قبر رقیة رضی الله عنها فجعل رسول الله ﷺ یمسح دموع وجهها بالید او قال بالثوب۔

(منحة المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ابی داؤد باب الرخصة فی البکاء علی المیت بغیر نوح ص: ۱۵۹)

رسول اللہ ﷺ کا اپنی شہزادی کے وصال پر گریہ فرمانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

شهدت دفن بنت رسول الله ﷺ وهو جالس علی القبر و رایت عینیه تدمعان۔

(المستدرک ۴/۴۷)

میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تدفین پر حاضر تھا نبی کریم ﷺ ان کی قبر پر تشریف فرما تھے۔ میں نے آپ کی چشمہائے مقدسہ سے آنسو رواں دیکھے۔

نبی کریم ﷺ کا سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے موقع پر ایک خصوصی ارشاد

صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کا جب انتقال ہوگیا تو رسالت مآب ﷺ نہایت مغموم اور پریشان تھے اور پریشانی کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں ان کا انتقال ہوا تھا اور آپ ﷺ ان آخری لمحات میں اور جنازہ یا کفن ودفن میں شمولیت نہیں فرما سکے تھے۔ جب آپ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو مزار رقیہ رضی اللہ عنہا پر تشریف لے گئے وہاں پر آپ ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں تحسر کے کلمات ارشاد فرمائے کہ:

الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون۔

یعنی اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ لاحق ہو اور ان کے ساتھ جا کر شامل ہو۔

(طبقات ابن سعد تحت تذکرہ رقیہ رضی اللہ عنہا ۸/۲۵،۲۴)

حضرت عثمان بن مظعون کا اجمالی تعارف

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک قدیم الاسلام اور بڑے مقتدر صحابی تھے، تیرہ افراد کے بعد اسلام لائے تھے اور ہجرت حبشہ کی فضیلت بھی ان کو نصیب ہوئی تھی۔ مدینہ شریف میں مہاجرین میں سے یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا اور ''جنت البقیع'' میں مہاجرین میں سے پہلے دفن ہونے والے یہی تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو رسالت مآب ﷺ ان کے ارتحال کی وجہ سے نہایت

غمناک ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے آنسو مبارک جاری تھے اور اسی حالت میں آپ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ مبارک سے نوازا تھا۔

اس بناء پر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے اپنے سلف کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔

(الاصابۃ لابن حجر تحت عثمان بن مظعون ۲/۴۵۷)

شیعہ کی طرف سے تائید

صاحبزادی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے احوال جس طرح علماء اہل سنت کی کتب سے مختصراً پیش کئے گئے ہیں اسی طرح شیعہ علماء نے بھی اپنے ائمہ کرام سے اس موقع کے حالات باسند نقل کئے ہیں چنانچہ ہم ان کی اصول کی کتاب ''فروع کافی'' کتاب الجنائز باب المسئلہ فی القبر سے بعض احوال نقل کرتے ہیں اس سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا مقام تو قیر جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں تھا وہ واضح ہو جائے گا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنی بہن سے قلبی تعلق نمایاں ہوگا اور ان کے باہمی روابط معلوم ہوں گے۔

شیعہ کے ائمہ کہتے ہیں کہ جب صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور رقیہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے رقیہ! تم ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ شامل رہو۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی (پیاری) بہن کی قبر شریف کے کنارے پر تشریف لائیں اور فرطِ غم کی وجہ سے رونے لگیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو قبر

رقیہ رضی اللہ عنہا پر گر رہے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ پاس کھڑے تھے اور اپنے کپڑے سے ان کے آنسو پونچھ رہے تھے وہیں آپ ﷺ نے رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں کلمات دعائیہ ارشاد فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "رقیہ رضی اللہ عنہا" کی ضعیفی مجھے معلوم ہے میں نے اللہ کریم سے سوال کیا ہے کہ وہ رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر کی گرفت سے پناہ دے۔

قال لما مات رقیۃ ابنۃ رسول اللہ ﷺ قال رسول اللہ ﷺ الحقی بسلفنا الصالح عثمان بن مظعون واصحابہ قال وفاطمۃ علیہا السلام علی شفیر القبر تنحدر دموعہا فی القبر و رسول اللہ ﷺ یتلقاہ بثوبہ قائم یدعو قال انی لاعرف ضعفہا وسالت اللہ عزوجل ان یجیرہا من ضمۃ القبر۔

(فروع کافی کتاب الجنائز باب المسئلہ فی القبر طبع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۳۳)

اسی کتاب فروع کافی کے ایک دیگر مقام میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے اس میں بھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر ہے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لائے، آسمان کی طرف سر مبارک اٹھایا اور آپ ﷺ کے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے فرمایا "مجھے رقیہ کی تکلیف یاد آئی ہے اور جو اس کو مصیبت پہنچی ہے۔ میں نے قبر کی گرفت کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! رقیہ رضی اللہ عنہا کو قبر کی تکلیف سے معافی دے دے پس اللہ تعالیٰ نے رقیہ رضی اللہ عنہا کو معافی دے دی ہے۔

وقف رسول اللہ ﷺ علی قبرہا رفع راسہ الی السماء فدمعت

عیناه وقال للناس انی ذکرت هذه وما لقیت فرققت لها واستوهبتها من ضمة القبر قال فقال اللهم هب لی رقیة من ضمة القبر فوهبها الله له۔

(فروع کافی کتاب الجنائز باب المسئلة فی القبر طبع نولکشور لکھنؤ ۱۲۹/۱)

یہ ایک دو روایتیں شیعہ کے متقدمین علماء نے ذکر کی ہیں اب ایک آدھ روایت شیعہ کے متاخرین علماء کی ذکر کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کو تسلی ہو جائے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے یہ واقعات متقدمین اور متاخرین سب علماء نے ذکر کئے ہیں۔ (اگرچہ بعض مجلس خواں شیعوں کو نظر نہیں آتے)۔

شیخ عباس قمی چودھویں صدی ہجری کے مشہور و معروف مجتہد ہیں وہ ائمہ کی روایت کا فارسی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چوں رقیہ دختر رسول خدا ﷺ وفات یافت حضرت رسول اورا خطاب نمود کہ ملحق شو بگذشتگان شائستہ، عثمان بن مظعون و اصحاب شائستہ او۔ و جناب فاطمہ علیہا السلام بر کنار قبر رقیہ نشستہ بود و آب از دیدہ اش در قبر می ریخت حضرت رسول اللہ ﷺ آب از دیدۂ نور دیدۂ خود پاک میکرد و در کنار قبر ایستادہ بود و دعا میکرد پس فرمود کہ من دانستم ضعف و توانائی اورا و از حق تعالیٰ خواستم کہ اورا امان دہد از فشار قبر۔

ترجمہ: یعنی جب رسول خدا ﷺ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو آپ ﷺ نے اس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ تم لاحق ہو اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (اپنی بہن) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے کنارے بیٹھی رو رہی

تھیں اور ان کے آنسو قبر میں گر رہے تھے اور جناب رسول خدا ﷺ قبر کے کنارے کھڑے ہوئے اپنی نور چشم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو صاف فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھے رقیہ کی ناتوانی اور ضعف معلوم تھا اور حق تعالیٰ سے میں نے درخواست کی کہ قبر کی گرفت سے رقیہ کو امان دے دیں۔

(منتہی الآمال للشیخ عباس قمی فصل ہشتم دربیان اولاد امجاد آنحضرت است طبع تہران ۱/۱۰۸)

خلاصۂ کلام

مختصر یہ ہے کہ مذکورہ بالا شیعی روایات میں رسولِ خدا ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے حالات مذکور ہوئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل نکات آشکارا ہیں۔

۱...... حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ ﷺ کی حقیقی صاحبزادی تھیں۔

۲...... آپ ﷺ نے ان کو اپنے سلف صالحین کے ساتھ لاحق ہونے کا ارشاد فرمایا۔

۳...... حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنی بہن کے دفن کے وقت قبر پر حاضر ہوئیں اور گریہ وزاری کی۔

۴...... رسالت مآب ﷺ نے اپنی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے حق میں دعائیں فرمائیں اور وہ یقیناً مقبول ومنظور ہوئیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر درود بھیجنے کا حکم

مندرجہ بالا حالات ذکر کرنے کے بعد اب ہم شیعہ کے اکابر سے ایک دوسرا مسئلہ نقل کرتے ہیں شیعہ علماء نے اپنے ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ نبی اقدس ﷺ کی

دونوں صاحبزادیوں (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا) پر درود و صلوٰۃ بھیجا جائے چنانچہ ہم درود کے یہ صیغے ان کے اصل الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور نبی کریم ﷺ کے اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ صحیح عقیدت و محبت عطا فرمائے۔ آمین

اصول اربعہ کی مشہور کتاب ''تہذیب الاحکام'' کتاب الصلوٰۃ میں تسبیحات ورد رمضان کے تحت لکھا ہے:

اللّٰھم صلی علی القاسم والطاھر ابنی نبیک۔ اللّٰھم صلی علی رقیة بنت نبیک والعن من آذی نبیک فیھا اللّٰھم صلی علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من آذی نبیک فیھا۔

(تھذیب الاحکام کامل کتاب الصلوٰۃ تسبیحات د ر رمضان ص: ۱۵۴)

اور یہی درود و صلوٰۃ ان کی معتبر کتابوں میں موجود ہے ہم صرف تائیدا ایک اور کتاب ''تحفۃ العوام'' کے نقل کر رہے ہیں تاکہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ یہ حضرت اپنی اصول اربعہ کی کتب سے لے کر تحفۃ العوام تک لعن و طعن کے کلمات بڑے التزام کے ساتھ لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

اللّٰھم صل علی القاسم والطاھر ابنی نبیک اللّٰھم صل علی رقیة بنت نبیک والعن من أذی نبیک فیھا اللّٰھم صل علی ام کلثوم بنت نبیک والعن من أذی نبیک فیھا۔

(تحفۃ العوام باب انیسواں ماہ رمضان المبارک فصل ششم از حاجی حسن علی شیعی)

اہل علم حضرات تو عبارات بالا کا ترجمہ اور مفہوم خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام دوستوں کیلئے اس عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

اے اللہ! تو اپنے نبی کے دونوں فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود و صلوٰۃ بھیج، اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا پر درود و صلوٰۃ بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ کے حق میں اذیت پہنچائی اس پر لعنت کر اے اللہ! اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر درود و صلوٰۃ بھیج اور جس نے تیرے نبی کو ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی، اس پر لعنت کر۔ (نعوذ باللہ)

عبارت مندرجہ بالا میں ان الفاظ پر غور کیجئے ''جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ، ام کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی، اس پر لعنت کر۔''

ان صاحبزادیوں کو اس سے زیادہ کس بات سے اذیت ہوگی کہ انہیں کہہ دیا جائے کہ یہ آپ ﷺ کی بیٹیاں ہی نہ تھیں ہر وہ شخص جوان صاحبزادیوں کو اس طرح اذیت پہنچاتا ہے وہ یقیناً اس بددعا کے تحت آتا ہے۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور ایک مشہور ضرب المثل

حضرت رقیہ اور حضرت عثمان میں باہم بے حد محبت تھی۔ ان کے تعلقات اتنے خوش گوار اور مثالی تھے کہ لوگوں میں یہ مقولہ ان کی نسبت بطور ضرب المثل مشہور ہو گیا تھا۔

احسن زوجین رأھما الانسان رقیة وزوجھا عثمان۔

یعنی رقیہ اور عثمان سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

☆☆☆..................☆☆☆..................☆☆☆

سوانح سیدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

اسم گرامی

آقا کریم ﷺ کی تیسری صاحبزادی کا اسم گرامی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہے اور آپ اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ام کلثوم کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے اس چیز کی وضاحت کردی ہے مندرجہ ذیل حوالہ ملاحظہ ہوں۔

وھی ممن عرف بکنیتہ ولم یعرف لھا اسم۔

(تاریخ الخمیس تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ ۱/۲۷۵)

ولادت باسعادت

اکثر علماء کے نزدیک حضرت امّ کلثوم اپنی بہن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بڑی اور اپنی بہن حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے چھوٹی تھیں اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت رقیہ سے بڑی تھیں لیکن یہ قول شاذ ہے پہلی چیز تذکرہ نویسوں میں زیادہ مشہور ہے اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔

(اسد الغابۃ تحت ذکر ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۵/۶۱۲)

سیدہ ام کلثوم کا قبول اسلام اور آقا کریم ﷺ کی بیعت کرنا

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنی بہنوں کی طرح آقا کریم ﷺ اور سیدہ

خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیرِ نگرانی پرورش پائی اور اسی بابرکت تربیت میں جوانی کو پہنچیں جس وقت جناب رسالت مآب ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنی تمام بہنوں اور والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور آقا کریم ﷺ کی بیعت کے بابرکت موقعہ پر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیعت کی اور اس موقعہ پر دیگر عورتوں نے بھی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کا قیام مکۃ المکرمہ میں ہجرت تک رہا۔ جیسا کہ علمائے سیر نے لکھا ہے:

فلم تزل بمكة مع رسول الله ﷺ واسلمت حين اسلمت امّها وبايعت رسول الله ﷺ مع اخواتها حين بايعها لنساء۔

(تفسير احكام القرآن للقرطبی تحت آية قل لازواجك وبناتك ۲۴۲/۱۴)

ترجمہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں رہیں جب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی مسلمان ہوگئیں اور جب دوسری عورتوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیعت کی تو حضرت امّ کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی حقیقی بہنوں کے ساتھ اپنے والد حقیقی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بیعت کی۔

سیدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح اور طلاق

اعلان نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق نبی اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابوطالب کے بیٹے عتیبہ اور حضرت

رقیہ کا نکاح عتبہ کے ساتھ کر دیا تھا۔لیکن جب آقا کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمانے کے بعد دین اسلام کی تبلیغ کا آغاز فرمایا تو آقا کریم ﷺ کے اہل خاندان میں سے جس شخص نے اسلام اور بانی اسلام کی سب سے زیادہ مخالفت کی وہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب تھا۔ابولہب کی مخالفت دن بدن بڑھتی جا رہی تھی یہاں تک کہ وہ آقا کریم ﷺ کی شان مبارک میں بے ادبی کا مرتکب ہو گیا۔اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی بے ادبی کیسے گوارہ ہو سکتی ہے اسی لیے ابولہب کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مکمل سورت (سورۃ تبت یدا ابی لہب......الخ) نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی قباحت کو خوب واضح فرما دیا۔

اس وقت ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اپنے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو مجبور کر دیا کہ وہ آقا کریم ﷺ کی دونوں بیٹیوں سیدہ ام کلثوم اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہما کو طلاق دے دیں جیسا کہ ہم سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں بیان کر چکے ہیں اس مقام پر صرف ایک حوالہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

بعث النبی ﷺ وانزل اللہ تبت یدا ابی لھب قال لہ ابوہ ابولھب راسی من راسك حرام ان لم تطلق ابنتہ ففارقھا ولم یکن دخل بھا۔

(طبقات ابن سعد ۳۷/۸)

ترجمہ: جب نبی کریم ﷺ نے اظہار نبوت فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورت تبت یدا ابی لہب نازل فرمائی تو عتبہ کے باپ ابولہب نے اپنے لڑکے عتیبہ کو کہا کہ اگر تو نے محمد (ﷺ) کی بیٹی کو طلاق نہ دی تو میری سرداری کی

جانشینی تجھ پر حرام ہوگی تو عتیبہ نے آپ ﷺ کی شہزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جدا کر دیا اور عتیبہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے قریب ابھی نہیں گیا تھا۔

یقیناً اس وقت اللہ تعالیٰ کی منشا بھی یہی تھی کہ اس کے محبوب ﷺ کی پاک صاحبزادیاں ابولہب اور اس کی بیوی کے منحوس سائے سے محفوظ رہیں۔

سیدہ ام کلثوم کا مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمانا

نبی اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے مکہ شریف سے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی سفر ہجرت میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رفیق سفر تھے اور ابتدائی ایام میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی منزل پر مدینہ میں قیام تھا۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال تاحال مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اپنی ہجرت کے کچھ مدت بعد نبی کریم ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ باقی گھر والوں کو بھی یہاں مدینہ شریف بلوالیا جائے۔

آپ ﷺ نے ابورافع اور زید بن حارثہ کو اس کام کے لئے تیار کر کے مکہ شریف روانہ فرمایا اور سواریاں بھی ساتھ دیں اور کچھ دراہم آمد ورفت کے مصارف کے طور پر عنایت فرمائے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سواری کے لئے دو اونٹ ارسال کئے اور خرچ کے لئے پانچ سو درہم عنایت فرمائے تھے اور یہ درہم آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش کئے تھے۔

آپ ﷺ نے ابورافع اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کوارشاد فرمایا کہ مکہ شریف پہنچ کر ہمارے اہل وعیال کو ساتھ لائیں۔

ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن اریقط الدئلی کو دو اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن ابی بکر کی طرف لکھ بھیجا کہ وہ بھی ان کے گھر والوں کو ان کے ساتھ روانہ کرے یعنی یہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے ساتھ ہوکر ہجرت کر کے مدینہ شریف آئیں۔

چنانچہ زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ عنہما مکہ شریف پہنچے اور سفر ہجرت کی تیاری کر کے نبی اقدس ﷺ کے گھر والوں یعنی ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ کو لے کر مدینہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت زید بن حارثہ نے اپنی بیوی ام ایمن اور اپنے لڑکے اسامہ بن زید کو بھی ساتھ لیا اور یہ نبی اقدس ﷺ کے اہل وعیال کے ساتھ رہتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ام رومان اور اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کو ساتھ لے کر ہجرت کے لئے نکلے اور نبی اقدس ﷺ کے اہل وعیال کے ساتھ ہم سفر ہو کر مدینہ شریف جا پہنچے۔اس وقت نبی اقدس ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے اور مسجد کے آس پاس اپنے حجرات کی تعمیر کرا رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کو اس موقع پر حارثہ بن نعمان کے مکان پر ٹھہرایا تھا اور نبی اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ کے لئے وہ حجرہ بنوایا جس میں آپ ﷺ کا مزار اقدس ہے۔اور آپ اس میں مدفون ہیں آپ ﷺ نے اس حجرہ مبارکہ کا

ایک دریچہ مسجد نبوی کی جانب بنوایا تھا جس سے آپ ﷺ نماز کے لئے مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر ابوالعاص بن ربیع نے روک لیا تھا اس بنت رسول ﷺ نے بعد میں ہجرت کی تھی۔ اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی تھی جیسا کہ ہم سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں بیان کر چکے ہیں۔

(طبقات ابن سعد تحت ذکر منازل ازواج النبی ﷺ ۸/۱۱۹، ۱۱۸)

اور بعض روایات میں منقول ہے کہ جس وقت زید بن حارثہ مکہ شریف پہنچے تو طلحہ بن عبید اللہ سے ملاقات ہوئی حال احوال بیان کئے تو معلوم ہوا کہ طلحہ بھی سفر ہجرت کے لئے تیار ہیں چنانچہ مندرجہ بالا تمام حضرات اور طلحہ بن عبید اللہ سفر ہجرت کے لئے مل کر نکلے اور مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ رضی اللہ عنہم

(مجمع الزوائد للهیثمی باب فی فضل عائشہ ام المؤمنین (تزویجها) ۹/۲۲۷)

سیدہ ام کلثوم کا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نکاح

آقا کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنی مرضی سے کسی سے نہیں کیا بلکہ آپ نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اللہ کے حکم کے مطابق اپنے دامادوں سے کیا ہے جیسا کہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ما انا ازوج بناتی ولکن اللہ تعالی یزوجھن۔

ترجمہ: یعنی میں اپنی بیٹیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے نکاح میں نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے نکاحوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔

(المستدرك للحاکم تحت ذکر ام کلثوم بنت نبی ﷺ ۴/۴۹)

اس روایت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ تعالیٰ کے اذن کے موافق ہوا تھا اور باقی صاحبزادیوں (حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کے نکاح بھی امر الٰہی کے تحت ہی سرانجام پائے تھے۔رسالت مآب ﷺ کی صاحبزادیوں کے حق میں گویا یہ ایک خصوصیت پائی جاتی ہے کہ ان کا نکاح بامر خداوندی ہوتا ہے اوران کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری عورت کو نکاح میں نہیں لیا جاتا۔چنانچہ اس مسئلہ کو بعض علماء نے بحوالہ ابن حجر نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ:

قال ابن حجر لایبعد ان یکون من خصائصه ﷺ منع التزویج علی بناته۔

ترجمہ: یعنی یہ چیز کچھ بعید نہیں کہ رسالت مآب ﷺ کے حق میں یہ خصوصیت ہو کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کے نکاح کے ساتھ کسی دوسری بیوی کو ان کے نکاح میں جمع نہ کیا جائے۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی باب اختصاصه ﷺ بان بناته لا یتزوج علیهن ۲/۲۵۵)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سید عالم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پڑھادیا۔نکاح کے وقت آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے جبریل امین کی معرفت مجھے حکم بھیجا ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کو اسی حق مہر پر جو رقیہ کا تھا تمہارے عقد میں دے دوں۔

امام حاکم نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللّٰہ ﷺ لقی عثمان ابن عفان وھو مغموم فقال ماشانك یا عثمان قال بابی انت یا رسول اللّٰہ وامّی ھل دخل علی احد من الناس ما دخل علی توفیت بنت رسول اللّٰہ ﷺ رحمھا اللّٰہ وانقطع الصھر فیما بینی وبینك الی اٰخر الابد فقال رسول اللّٰہ ﷺ اتقول ذلك یا عثمان وھذا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام یامرنی عن امر اللّٰہ عزوجل ان ازوجك اختھا امّ کلثوم علی مثل صداقھا وعلی عدتھا وعلیٰ مثل عدتھا فزوجہ رسول اللّٰہ ﷺ ایاھا۔

(المستدرک ۴/۴۹)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مغموم حالت میں ملاقات فرمائی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! تمہارا کیا حال ہے؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا لوگوں پر ایسی مصیبت آئی جو مجھے پہنچی؟ رسول اللہ ﷺ کی شہزادی کا انتقال ہو گیا اور جو رشتہ دامادی میرے اور آپ کے درمیان تھا وہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عثمان! تم یہ کیا بات کہہ رہے ہو اور یہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا رہے ہیں کہ میں تجھے رقیہ کی ہمشیرہ اپنی لختِ جگر ام کلثوم کا اسی کے حق مہر پر اسی کی عدت پر تجھ سے نکاح کر دوں پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرما دیا۔

بعض روایات میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کا مسئلہ اس طرح مذکور ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا سابق خاوند فوت ہو گیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہو گئیں تو کچھ مدت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دختر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فی الحال نکاح کرنے سے معذرت کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر بطور اظہار افسوس ذکر کیا تو آپ ﷺ نے (اطمینان دلاتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ زوج نکاح کرے گا جو عثمان سے بہتر ہوگا اور عثمان اس عورت سے نکاح کریں گے جو حفصہ سے بہتر ہوگی۔

فعرضها على عثمان حين ماتت رقيه بنت النبى ﷺ فقال: ما اريد التزوج اليوم فذكر عمر لرسول الله ﷺ قال يتزوج حفصة من هو خير من عثمان ويتزوج عثمان من هى خير من حفصة ۔
(الاصابة تحت حفصة بنت عمر ۴/۲۶۴)

چنانچہ نبی اقدس ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خود نبی کریم ﷺ نے نکاح میں لیا اور وہ ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں اور آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دی۔

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

تاریخ تزویج سیدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ربیع الاول ۳ھ میں ہوا تھا اور چند ماہ کے بعد یعنی ماہ جمادی الاخریٰ ۳ھ میں رخصتی ہوئی تھی اور اس طرح قلیل مدت میں یہ تقریب سعید پوری ہوئی۔

وکان نکاحه ایاها فی ربیع الاول من سنة ثلاث وبنی بها الجمادی الاخری من السنة الثلاث۔

(اسد الغابة لابن اثیر الجزری تحت ذکر ام کلثوم بنت رسول ﷺ ۶۱۲/۵)

شیعہ علماء کی طرف سے تائید

شیخ نعمت اللہ الجزائری نے اپنی کتاب ''الانوار النعمانیہ'' میں لکھا ہے کہ صاجزادی رقیہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کی بہن حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عثمان کے نکاح میں ہی فوت ہوئیں۔

واما ام کلثوم فتزوج ایضا عثمان بعد اختها رقیة وتوفیت عنده۔(الانوار النعمانیه تحت نور مولودی ۳۶۷/۱)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے محروم الاولاد ہونے میں مصلحت خداوندی

اللہ تعالیٰ اپنی تکوینی مصالح آپ ہی جانتا ہے نظام عالم کے یہ امور اس کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ہماری عقل نارسا انہیں پا نہیں سکتی، یہ چیزیں عقول عامہ سے

بالاتر ہیں اور فہم قاصر سے بعید ہیں۔

چنانچہ رسالت مآب ﷺ کی ان صاحبزادیوں سے بعض کی اولاد ہوئی ہی نہیں اور بعض سے اولاد شریف ہوئی لیکن کچھ مدت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا البتہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے جو اولاد ہوئی تھی اس سے آپ ﷺ کی نسل مبارک چلی۔ جیسا کہ عنقریب ہم تذکرہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ذکر کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ پہلے نکاح (جو عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا) میں رخصتی ہی نہیں ہوئی تھی اس لئے اولاد کا نہ ہونا تو ظاہر بات ہے۔

پھر اس کے بعد حضرت عثمان کے ساتھ ان کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی لیکن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عثمان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی بنا بریں اس عنوان کے تحت یہ تصریح کر دی گئی ہے۔

دامادِ رسول ﷺ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)!

زوجي خير او زوج فاطمة قالت فسكت النبي ﷺ ثم قال زوجك ممن يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله فولت فقال لها هلمي ماذا قلت قالت قلت زوجي ممن يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله قال نعم و ازيدك دخلت الجنة فرايت منزله ولم ار احدا من اصحابي يعلوه في منزله۔ (المستدرك ۴۹/۴)

ترجمہ: میرا خاوند بہتر ہے یا فاطمہ کا خاوند علی؟ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور ﷺ میری یہ بات سن کر خاموش ہو گئے؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ام کلثوم! تیرا شوہر عثمان وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے منہ پھیر لیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ادھر آؤ! میں نے کیا کہا؟ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرا شوہر وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت فرماتے ہیں فرمایا ہاں اور میں تمہیں اور زیادہ بتاتا ہوں:

"میں جنت میں گیا تو میں نے عثمان کی جگہ دیکھی اپنے اصحاب سے میں نے اس کے مرتبے سے کسی کو بلند نہیں دیکھا؟"

وفات سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کے بعد چھ سال تک زندہ رہیں اور شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ ہجری میں ہو گیا تھا (جیسا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں ذکر کیا گیا) اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ ھ میں ہوا تھا جیسا کہ یہ بات ان کے حالات میں ذکر کی جا چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اسی طرح منظور تھا کہ حضرت رسالت مآب ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال بھی آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں ہی ہو چنانچہ ماہ شعبان ۹ ھ میں آپ بھی اپنے سفر آخرت پر چلی گئیں۔

وتوفیت ام کلثوم فی حیات النبی ﷺ فی شعبان سنة تسع من الهجرة۔
(تفسیر القرطبی تحت آیة قل لازواجك وبناتك...... ۱۴/ ۲۴۲،۲۴۳)

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب ،حضرت ام عطیہ اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہن نے سید عالم ﷺ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ آپ نے کفن کے لئے اپنی چادر دی، خود ہی نماز جنازہ پڑھائی اور سیدہ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کر دیا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ شرف پوری کائنات میں صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے کہ ان کے عقد میں یکے بعد دیگرے نبی کی دو بیٹیاں آئیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس بے مثال اعزاز پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یوں مبارک باد پیش کی ہے:

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذو النورین جوڑا نور کا

اور اپنے مشہور عالم سلام میں فرماتے ہیں:

زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت آقا کریم کی آنکھوں سے سیل اشک کا جاری ہونا

صاحب مشکوٰۃ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عن انس رضی الله عنه قال شهدنا بنت رسول الله ﷺ تدفن ورسول الله ﷺ جالس على القبر فرایت عینیه تدمعان۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس وقت سیدہ ام کلثوم

کو قبر میں اتارا گیا تو رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔

(مشکوٰۃ شریف تحت باب دفن المیت الفصل الثالث ص: ۱۴۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تسکین خاطر

روایات کی کتابوں میں یہ چیز بھی ملتی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انقطاع صہریت پر نہایت غم زدہ اور پریشان خاطر تھے۔ ان حالات میں نبی اقدس ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تسکین خاطر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

لو کن عشرا لزوجتهن عثمان۔

یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دیتا۔

اور بعض روایات میں اس سے زیادہ تعداد میں بھی منقول ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان کے ساتھ حضور ﷺ کے کتنے عمیق تعلقات تھے اور اس رشتہ کے منقطع ہونے پر جانبین میں کس قدر قلبی اضطراب پیدا ہوا۔

نیز واضح ہوا کہ حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما پر ظلم وستم کئے جانے کے قصے جو لوگوں نے وضع کیے ہوئے ہیں وہ سراسر جعلی اور بے بنیاد ہیں، اگر ان میں سے کوئی بات صحیح ہوتی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور نبی اقدس ﷺ کے درمیان تعلقات کشیدہ ہونے چاہیے تھے۔ لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

سوانح سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آقا کریم ﷺ کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا کی تینوں بڑی حقیقی بہنوں، (سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن) کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں، جس سے آقا کریم ﷺ کی طیبات وطاہرات صاحبزادیوں کی قدر ومنزلت نمایاں ہوکر آپ کے سامنے آ گئی ہے اب ہم اپنی استطاعت کے مطابق آقا کریم ﷺ کی سب سے لاڈلی اور چھوٹی صاحبزادی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی سوانح بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

سیدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت

اہل سیر کے نزدیک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سالِ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔اصح قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت نبوی سے پانچ سال قبل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہوئی اس وقت آقا کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس تھی۔

(طبقات ابن سعد تحت ذکر فاطمہ ۱۱/۸)

اور بعض علماء کے نزدیک ان کی ولادت بعثت نبوی کے قریب ہوئی اور آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال تھی۔اس طرح مزید اقوال بھی اس مقام میں منقول ہیں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر تحت تذکرۃ فاطمۃ الزہراء ۳۶۵/۴)

سیدہ فاطمۃ الزہراء کا اسم گرامی اور القاب

آقا کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں مشہور قول کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ان کا اسم گرامی ''فاطمہ'' اور ان کے مشہور القاب سیدۃ نساء اھل الجنۃ ،زہراء، بتول، طاہرہ، اور خاتون جنت ہیں۔آپ رضی اللہ عنہا کی تربیت آپ کی بہنوں کی طرح آقا کریم ﷺ کی زیر نگرانی ہوئی اور آپ اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زیر نگرانی سن شعور کو پہنچیں۔آپ رضی اللہ عنہا آقا کریم ﷺ کے فیوض و برکات سے خصوصی طور پر مستفید و مستنیر ہوئیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اسم گرامی کی وجہ تسمیہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ انما سمیت فاطمۃ لان اللّٰہ تعالی حرمھا وذریتھا علی النار۔

(کنز العمال ۱۲/۱۰۹)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے ان کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی تمام ذریت کو نار (جہنم) پر حرام فرمادیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ انما سماھا فاطمۃ لان اللہ تعالی فطمھا و محبیھا من النار۔(تاریخ بغداد للخطیب ۱۲/۳۳۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے محبت کرنے والوں کو آتشِ دوزخ سے آزاد فرمایا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مشہور القاب زہرا اور بتول کی وجہ تسمیہ

زہراء

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہور کتاب الشرف المؤبد لآل محمد میں رقم طراز ہیں کہ حضرت امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم کتاب خصائص کبرٰی میں لکھتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کی لختِ جگر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا حیض سے پاک تھیں اور بچے کی ولادت سے ایک ساعت کے بعد نفاس سے پاک ہو جاتیں حتی کہ آپ کی کوئی نماز قضا نہ ہوتی (ولذلك سميت الزهراء) اسی لئے آپ کا نام زہراء ہے۔ (الشرف المؤبد لآل محمد ص: ۷۴،۷۵)

بتول

سیدۃ نساء العالمین فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بتول اس لئے کہا گیا ہے کہ آپ اپنے زمانہ کی تمام عورتوں سے فضیلت و دین اور حسب و نسب کے اعتبار سے منفرد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو دنیا سے کنارہ کش ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے کی وجہ سے بتول کہا گیا ہے اور یہ بھی وجہ ہے کہ آپ کی مثال و نظیر کوئی نہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خصائل و شمائل

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ان کی سیرت اور طرز طریق کو محدثین اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ:

فاقبلت فاطمة تمشی ماتخطئی مشیة الرسول ﷺ شیئا۔

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والد محترم ﷺ کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔

(مسلم شریف باب فضائل حضرت فاطمہ ۲/۲۹۰)

ترمذی شریف میں یہی مضمون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے کہ:

نبی کریم ﷺ کے ساتھ قیام وقعود میں نشست و برخاست کی عادات واطوار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا طرز وطریق، اخلاق وشمائل میں نبی کریم ﷺ کے زیادہ موافق تھا۔ ''الولد سر لابیہ'' کی صحیح مصداق تھیں۔ اور آپ کی گفتار، رفتار اور لب ولہجہ اپنے والد محترم کے بہت مطابق تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد پر فضلِ خداوندی

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

قال رسول اللہ ﷺ انّ اللہ تعالی غیر معذبك ولا ولدك۔

(کنز العمال ۱۲/۱۰۱ رقم الحدیث ۳۴۲۳۶)

تاجدار انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! اللہ تعالیٰ نہ تجھے عذاب کرے گا اور نہ تیری اولاد میں سے کسی کو۔

اولادِ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خوشخبری

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها اللّٰه و ذريتها على النار۔

(المستدرك للحاكم ۱۵۲/۳، كنز العمال ۱۱۱/۱۲)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) نے پاکدامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی اولاد پر دوزخ حرام فرمادی۔

اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے خصوصی اعزاز

حضرت سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ فاطمة بضعة منى وكل بنى اب ينتمون الى عصبتهم وابيهم الا بنى فاطمة فانا ابوهم۔

(الصحيح البخارى ۲۳۲/۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب کی اولادیں اپنے باپوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں سوا اولاد فاطمہ کے، کہ میں ان کا باپ ہوں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی حوروں والی خصوصیات حاصل ہیں

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان ابنتى فاطمة أدمية حوراء لم تحض ولم تطمث۔

(كنز العمال ۱۲۵/۱۲ برقم الحديث ۳۴۲۲۶)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک میری صاحبزادی بتول زہراء انسانی شکل میں حوروں کی طرح حیض ونفاس سے پاک ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمانا

آقا کریم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے اہل سے پہلے ہجرت فرمائی تھی۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اہل وعیال اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو مکہ شریف سے بلانے کا انتظام فرمایا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اقدس ﷺ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں (حضرت فاطمہ وحضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کو مکہ شریف میں چھوڑ گئے تھے۔

جب آپ ﷺ مدینہ شریف میں مقیم ہو گئے تو آپ ﷺ نے ہمارے منگوانے کے لئے انتظام فرمایا۔ چنانچہ زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ عنہما کو اس کام کے لئے متعین فرمایا اور ان کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم عنایت فرمائے تا کہ اس رقم سے مزید سواری خرید سکیں اور دیگر مصارف میں بھی انہیں صرف کر سکیں (یہ دراہم آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے تھے)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اہل وعیال کو منگوانے کے لئے عبداللہ بن اریقط لیثی کو سواریاں دے کر "زید بن حارثہ اور ابورافع رضی اللہ عنہما" کے ساتھ روانہ کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف لکھا کہ وہ اپنی والدہ (ام رومان رضی اللہ عنہا) اور اپنی بہنوں (حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما) کو ساتھ لائیں۔ پس جب یہ حضرات مدینہ شریف سے روانہ ہو کر "قدید" کے مقام پر پہنچے تو انہوں نے ضرورت

کے مطابق سواریاں خریدیں اور پھر مکہ شریف میں داخل ہوئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ وہ بھی ہجرت مدینہ کے لئے آمادہ تھے پس یہ تمام احباب (حضرت زید، ابورافع، حضرت فاطمہ وام کلثوم، ام المؤمنین حضرت سودہ اسامہ بن زید اور ام ایمن رضی اللہ عنہم وعنہن) مکہ شریف سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال جو اوپر مذکور ہوئے وہ بھی ہمراہ تھے اور تمام قافلہ ایک سفر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچا۔

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے:

عن عائشة قالت لما هاجر رسول الله ﷺ الى المدينة خلفنا وخلف بناته فلما قدم المدينة بعث الينا زيد بن حارثه وابارافع واعطاهم بعيرين وخمسة دراهم اتخذها من ابى بكر ليشريا بها مايحتاج اليه من الظهر ـ وبعث ابوبكر معهما عبدالله بن اريقط الليثى ببعيرين اوثلاثة وكتب الى ابنه عبدالله يامره ان يحمل اهله ام رومان وانا واختى اسماء فخرجوا فلما انتهوا الى قديد اشترى بتلك الدراهم ثلاثة ابعرة ثم دخلوا مكة وصادفوا طلحة يريد الهجرة بآل ابى بكر فخرجنا جميعا وخرج زيد وابورافع بفاطمة وام كلثوم وسودة وام ايمن واسامة فاصطحبنا جميعا۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبی تحت دائشة ام المؤمنین ۲/۱۰۹)

نوٹ: آپ ﷺ کی باقی صاحبزادیوں حضرت زینب اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کی ہجرت کے احوال سابقاً ان کے تذکروں میں درج ہو چکے ہیں۔ گویا

چاروں صاحبزادیاں شرف ہجرت سے مشرف تھیں اور مہاجرین کی فضیلتوں سے بہرہ یاب تھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

بچپن ہی سے نہایت متین اور تنہائی پسند تھیں۔ نہ کبھی کسی کھیل کود میں حصہ لیا اور نہ گھر سے قدم باہر نکالا۔ ابتداء ہی سے ان کی حرکات وسکنات سے خدا دوستی اور استغناء کا اظہار ہوتا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں ہی سنِ بلوغت کو پہنچ چکی تھیں۔ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئیں تو رشتے آنے شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے خواستگار ہوئے۔ پھر حضرت عمر، مگر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں فی الحال حکم الٰہی کا منتظر ہوں۔

پھر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے لئے فاطمہ کا رشتہ مانگئے! حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے توجہ دلانے سے پہلے مجھے اس بات کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا۔ ان کے کہنے پر میں اسی وقت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

"یارسول اللہ اتزوجنی فاطمة " (یارسول اللہ! کیا آپ فاطمہ کو میرے عقد میں دینا پسند کریں گے؟)

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: "تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کچھ ہے؟"

"نہیں یارسول اللہ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے"۔

''بدر کے مال غنیمت سے میں نے تمہیں جو زرہ دی تھی، وہ کیا ہے؟''

''وہ تو موجود ہے، یا رسول اللہ!'' ''بس، اسی کو بیچ ڈالو!''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرحاں وشاداں اٹھے اور زرہ بیچنے کے لئے چل پڑے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ایسے متمول تاجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کے پاس ہر وقت پیسے موجود رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی بھی اپنی زرہ انہی کے پاس فروخت کرنے گئے۔

حضرت عثمان سید الاسخیاء تھے۔ ان کو جب پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مہر کے لئے رقم درکار ہے تو انہوں نے پہلے تو چار سو اسی درہم ادا کر کے زرہ خرید لی۔ پھر وہی زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحفۃً دے دی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رقم لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارے پیسے آپ کی جھولی میں ڈال دیئے۔ ساتھ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نوازش کا ذکر بھی کیا۔ آپ ﷺ حضرت عثمان کی اس فیاضی سے بے حد خوش ہوئے اور ان کو غائبانہ بہت سی دعائیں دے ڈالیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو پیسے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے زرہ کی فروخت کے بعد حاصل کر کے آقا کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیے تھے آپ ﷺ نے انہی پیسوں میں سے کچھ رقم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عطا فرما کر خوشبو وغیرہ کی خریداری اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔

جہیز تیار ہوا، کس کا جہیز؟ سرورِ کونین کی لاڈلی بیٹی کا جہیز، شہنشاہِ دو عالم کی دختر بلند اختر کا جہیز۔ آئیں، ذرا دیکھیں تو سہی کہ آپ ﷺ نے اپنی لختِ جگر کو رخصت کرتے وقت کیا کیا سامان دیا تھا؟

ایک موٹی چادر، ایک پانی کا مشکیزہ، ایک چمڑے کا بچھونا، جس میں کھجور کے پتے بھرے تھے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کے بارے میں ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح ملتی ہے:

عن علی رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ لما زوجه فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة من ادم حشوها ليف ورحيين وسقاء وجرتين۔

(مسند احمد تحت مسندات علی کرم الله وجهه ۱۰۴/۱)

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم ﷺ نے جب میرے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کردی تو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز میں درج ذیل چیزیں ارسال فرمائیں:

ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا، چکی (آٹا پیسنے کے لئے) ایک مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔

اور بعض روایات کے مطابق ایک چارپائی بھی عنایت فرمائی۔

یہی تین یا چار چیزیں کل کائنات تھی سیدہ نساء العالمین کے جہیز کی۔ اللہ غنی،

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

رخصتی کے وقت سید عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں رات کو

تمہارے گھر آؤں گا، انتظار کرنا۔"

چنانچہ آپ نمازِ عشاء کے بعد ان کے گھر تشریف لے گئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا "بیٹی! تھوڑا سا پانی لا دو!"

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرطِ حیاء سے لڑکھڑاتی ہوئی اٹھیں اور ایک پیالے میں پانی بھر لائیں۔ سید عالم ﷺ نے تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر کلی کی اور منہ والا پانی پھر اس پیالے میں ڈال دیا، پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا۔ بیٹی! ذرا نزدیک ہو جاؤ!

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قریب گئیں تو آپ نے وہ پانی ان کے سینے پر چھڑکا، پھر فرمایا: اب میری طرف پیٹھ کر کے کھڑی ہو جاؤ!۔

سیدہ فاطمہ نے تعمیل کی تو آپ نے ان کے کندھوں پر وہی پانی چھڑکا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی آپ نے یہی عمل دہرایا۔ اس کے بعد دعا فرمائی:

اللّٰھم بارك فیھما وفی شملھما۔ (الٰہی! ان دونوں کو بابرکت بنا اور ان کے اجتماع کو بھی مبارک بنا۔)

ایسی ہی متعدد جانفزا دعائیں دینے کے بعد آپ وہاں سے واپس چلے آئے۔ شادی کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ دعوتِ ولیمہ بھی ہونی چاہیے چنانچہ مہر ادا کرنے کے بعد جو رقم بچ گئی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی سے ولیمہ کا انتظام کیا۔ دسترخوان پر پنیر، کھجور، نانِ جو اور گوشت تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ اس زمانے کا بہترین ولیمہ تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سیدہ خاتون جنت کی شادی کے بارے میں اس

طرح ارشاد فرماتی ہیں:

فما راینا عرسا احسن من عرس فاطمة۔

یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔

(السنن لابن ماجة کتاب النکاح باب الولیمة ص: ۱۳۹)

نکاح کے وقت زوجین کی عمر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے سلسلہ میں جب ابتدائی مراحل طے ہو چکے اور مکان اور جہیز وغیرہ کی تیاری ہو چکی تو آپ ﷺ نے بامر خداوندی مجلس نکاح قائم کر کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اور عام روایات کے اعتبار سے مہر چار سو مثقال مقرر کیا گیا۔ فاضل زرقانی وغیرہم کے بیان کے موافق مجلس نکاح میں اکابر صحابہ کرام (حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی وغیرہم) مدعو تھے اور یہ حضرات اس واقعہ کے گواہ تھے۔

نکاح کی یہ تقریب بالکل سادہ تھی اس میں کسی قسم کے تکلفات نہ برتے گئے اور نہ زمانے کی کوئی رسومات ادا کی گئیں۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے اپنی دختر کو بی بی ام ایمن کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خانہ مبارک میں روانہ فرمایا اور ام ایمن کی معیت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدل چل کر تشریف لے گئیں اور کوئی ڈولی اور سواری وغیرہ تجویز نہ کی گئی تھی۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جنگ بدر کے بعد رمضان شریف ۲ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا اور اس کے چند ماہ بعد یعنی ذوالحجہ ۲ ہجری

میں رخصتی عمل میں آ گئی۔

اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر بعض سیرت نگاروں کے مطابق پندرہ سال اور پانچ ماہ تھی اور بعض کے نزدیک اٹھارہ سال تھی۔اس مقام میں کئی دیگر اقوال بھی منقول ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مشہور قول کے مطابق اس وقت اکیس برس کی تھی۔واللہ اعلم بالصواب

(تفسیر القرطبی تحت آیت قل لازواجك وبناتك...... ۱۴/ ۲۴۱)

تنبیہ

قارئین محترم! سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلہ میں ہم نے اختصار کے ساتھ تین چار عنوان ذکر کر دیئے ہیں اب آپ کے دیگر حالات زندگی بیان کرتے ہیں کیونکہ اکثر مصنفین نے اس موقع پر بے شمار روایات نقل کر دی ہیں۔ان کی صحت واقعہ اور عدم صحت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ان بے اصل چیزوں اور بے سروپا روایات پر نظر کرتے ہوئے علماء نے اس مقام میں ان سے پہلوتہی کا اشارہ کیا ہے:

وقد وردت احادیث موضوعة فی تزویج علی بفاطمة لم نذکر رغبة عنها۔

ابن کثیر کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تزویج کے بارے بہت سی روایات جعلی وارد ہوئی ہیں ہم ان سے روگردانی کرتے ہوئے ان کو ذکر نہیں کرتے۔

(البدایة والنہایة لابن کثیر تحت واقعات سن ھذا ۲/ ۳۳۲)

سیدہ فاطمۃ رضی اللہ عنہا اور خانگی امور

ازدواجی زندگی میں خانگی کام کاج ایک ضروری امر ہے، جب تک سلیقہ سے سرانجام نہ پائے تب تک گھریلو نظام کار درست نہیں رہتا۔اس سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کے گھر کے بارے میں خانگی معاملہ اس طرح متعین فرما دیا تھا کہ:

فاطمہ رضی اللہ عنہا اندرونِ خانہ سارا کام کاج سرانجام دیں گی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیرون خانہ کے فرائض بجالائیں گے۔

قضى رسول الله ﷺ على ابنته فاطمة بخدمة البيت وقضى على علي (رضى الله عنه) بما كان خارجا من البيت من خدمة۔

(حلیة الاولیاء للحافظ ابن نعیم اصفهانی ۶/۱۰۴)

ایک دوسری روایت میں ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: حضرت علی المرتضیٰ اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد کی خدمت میں ذکر کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے بیرون خانہ کام کاج کی ضروریات میں پوری کروں گا اور گھر کے اندر کے کام میں فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے لئے کفایت کریں گی۔آٹا پیسنا، آٹا گوندھنا اور روٹی پکانا وغیرہ۔

(سیر اعلام النبلاء للذهبی تحت فاطمه بنت رسول الله ۲/۹۱)

عنوان بالا کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں شیعہ علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے کہ اندرونِ خانہ کام کاج حضرت فاطمہ سرانجام دیتی تھیں اور باہر کے کام حضرت علی سرانجام دیتے تھے۔

(کتاب الامالی للشیخ الطوسی تحت مجلس یوم الجمعة الثالث والعشرین من رجب ۲/۲۷۳)

آقا کریم ﷺ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے رہائش کا انتظام فرمانا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر مسکنِ نبوی سے کسی قدر فاصلے پر تھا اس لئے آنے جانے میں تکلیف ہوتی تھی۔ ایک دن آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

بیٹی! مجھے اکثر تمہیں دیکھنے کے لئے آنا پڑتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تمہیں اپنے قریب بلا لوں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: آپ کے قرب و جوار میں حارثہ بن نعمان کے بہت سے مکانات ہیں، آپ ان سے فرمایئے وہ کوئی نہ کوئی مکان خالی کر دیں گے۔

آپ نے فرمایا: بیٹی! حارثہ سے اب کوئی مکان مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے کئی مکان دے چکے ہیں۔ حضرت فاطمہ خاموش ہو گئیں۔

ہوتے ہوتے یہ خبر حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ تک جا پہنچی۔ وہ فوراً سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسول اللہ ! آپ فاطمہ کو کسی قریبی مکان میں لانا چاہتے ہیں تو یہ مکان جو آپ کے متصل ہے میں خالی کئے دیتا ہوں آپ فاطمہ کو بلا لیجئے! خدا کی قسم جو چیز آپ مجھ سے لے لیں وہ مجھے زیادہ محبوب ہے، بہ نسبت اس کے جو میرے پاس رہ جائے۔

فرمایا: تم سچ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں خیر و برکت دے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں منتقل کرالیا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اپنے لئے خادم کا مطالبہ کرنا

جب فتوحاتِ اسلام روز بروز وسعت پذیر ہونے لگیں اور مدینہ منورہ میں بکثرت مالِ غنیمت آنا شروع ہوگیا تو ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت میں کچھ لونڈیاں آئی ہیں، چنانچہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: فاطمہ! چکی پیستے پیستے تمہارے ہاتھ میں آبلے پڑ گئے ہیں اور چولہا پھونکتے پھونکتے تمہارے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا ہے، آج رسول اللہ ﷺ کے پاس مالِ غنیمت میں بہت سی لونڈیاں آئی ہیں، جاؤ، بابا سے ایک لونڈی مانگ لاؤ۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں لیکن اس وقت محفل میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے اس لئے شرم وحیا سے حرفِ مدعا زبان پر نہ لاسکیں اور واپس آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے آپ سے کنیز مانگنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔ پھر دونوں میاں بیوی حاضر ہوئے، اپنی تکالیف بیان کیں اور ایک لونڈی کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا:

> میں تم کو کوئی قیدی خدمت کے لئے نہیں دے سکتا، ابھی اصحاب صفہ کی خورد ونوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے، میں ان لوگوں کو کیسے نظر انداز کرسکتا ہوں جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر خدا اور خدا کے رسول کی خوشنودی کی خاطر فقر وفاقہ اختیار کیا ہے۔

یہ سن کر دونوں میاں بیوی خاموشی سے گھر تشریف لے گئے۔ ابن سعد اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ رات کو آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: کہ تم جس چیز کے خواہش مند تھے، اس سے بہتر ایک چیز میں تم کو بتاتا ہوں۔ ہر نماز کے بعد دس دس بار سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھا کرو اور سوتے وقت سبحان اللہ، الحمد للہ ۳۳، ۳۳، بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل تمہارے لئے خادم سے بہتر ثابت ہوگا۔

روایت ہذا کا مضمون اپنی اپنی عبارات میں متعدد علماء نے ذکر کیا ہے، درج ذیل ماخذ میں، ملاحظہ فرمائیں۔

(ابوداؤد شریف کتاب الخراج باب بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذوی القربی ۲/۶۴)

ان واقعات میں خواتین کے لئے درس عبرت ہے کہ اسلام میں جن گھرانوں کا مقام بہت بلند ہے ان مخدرات طیبات نے نہایت سادگی سے گذر بسر کی، خانگی امور اپنے ہاتھوں سے بجالائیں اور اجر وثواب کی مستحق ہوئیں۔ آنے والوں کے لئے گویا انہوں نے نمونے قائم کر دیئے۔

شبلی نے اس واقعہ کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز، نہ کوئی غلام تھا
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا

اٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی ہر صبح وشام تھا

آخر گئیں جنابِ رسولِ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق ، وہاں اذن عام تھا

محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا

پھر جب آئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے
کل کس لئے تم آئی تھیں ؟ کیا خاص کام تھا؟

غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدر نے ان کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم تھا ان کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کرسکیں کہ ادب کامقام تھا

یوں کی بسر ہر اہل بیت مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِ خیر الانام تھا

غزوۂ اُحد میں خدمات

غزوۂ احد جو کہ اسلام کے مشہور غزوات میں سے ایک ہے، کفار کی طرف سے اہل اسلام پر ایک زبردست حملہ تھا، جس میں مسلمان مجاہدین نے بڑے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیئے اور اس کے سخت ترین مراحل میں مسلمان خواتین نے بھی بڑی خدمات سرانجام دیں۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اورام سلیط رضی اللہ عنہا و دیگر خواتین اسلام نے مجاہدین کو مدد پہنچانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اسی غزوۂ میں جب نبی اقدس ﷺ کے دندان مبارک کو زخم پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے زخموں کو صاف کرنے لگیں۔ جب خون نہیں رکا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک چٹائی کے ٹکڑے کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر ڈال دی تو خون رک گیا۔

کانت فاطمة بنت رسول اللّٰه ﷺ تغسله وعلی یسکب الماء بالمجن ـفلما رات فاطمة ان الماء لایزید الدم الا کثرة، اخذت قطعة من حصیر فاحرقتها والصقتها فاستمسك الدم۔
(بخاری شریف کتاب المغازی تحت متعلقات غزوہ احد ۲/۵۸۴)

سیدہ فاطمہ کی قربانی کے موقع پر حاضری، امت کے لئے انعام کا باعث

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں ان سے مروی ہے کہ قربانی کرنے کا موقع تھا اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تم اپنی قربانی کے ذبح کے وقت اس کے پاس کھڑی رہو اور اس کو دیکھو، ساتھ ہی فرمایا کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے تمہارے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ تو اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ مسئلہ صرف ہمارے لئے خاص ہے؟ یا ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔

عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یا فاطمة قومی الی اضحیتك فاشهدیها فان لك بكل قطرة تقطر من دمها ان یغفرلك ما سلف من ذنوبك قالت یارسول اللہ النا خاصة اهل البیت ؟ اولنا وللمسلمین؟ قال بل لنا وللمسلمین ۔

(الفتح الربانی تحت باب ماجاء فی الاضحیة والحث علیها ۵۹/۱۳)

قربانی کے موقع پر موجود ہونا ایک مستقل ثواب کی چیز ہے جذبہ اخلاص کے ساتھ یہ منظر دیکھنا موجب اجر وثواب ہے اور مسلمان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ چیزیں روایت ہذا سے ثابت ہوتی ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جود وسخا

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فقیرانہ زندگی گزارنے کے باوجود سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ قبیلہ بنو سلیم کا ایک بوڑھا اعرابی مسلمان ہوا، آپ ﷺ نے اسے دین کے ضروری احکام و مسائل بتائے اور پھر اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کچھ مال بھی ہے؟ اس نے کہا، خدا کی قسم! بنی سلیم کے تین ہزار آدمیوں میں سب سے زیادہ غریب اور فقیر میں ہی ہوں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تم میں سے کون اس مسکین کی مدد کرے گا؟ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: یارسول اللہ! میرے پاس ایک اونٹنی ہے جو میں اس کو دیتا ہوں۔

فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس کا سر ڈھانک دے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنا عمامہ اُتار کر اس کے سر پر رکھ دیا۔ آپ نے پھر فرمایا: کون ہے جو اس کی خوراک کا بندوبست کرے؟

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کی خوراک کا انتظام کرنے نکلے، چند گھروں سے دریافت کیا لیکن وہاں سے کچھ نہ ملا۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کون ہے؟ انہوں نے اپنا نام بتا کر سارا واقعہ بیان کیا اور التجا کی کہ اس مسکین کی خوراک کا کچھ بندوبست کیجئے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے سلمان! خدا کی قسم، آج ہم سب کو تیسرا فاقہ ہے۔ دونوں بچے بھوکے سوئے ہیں لیکن سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دوں

گی، یہ میری چادر شمعون یہودی کے پاس لے جاؤ اور کہو فاطمہ بنتِ محمد ﷺ کی یہ چادر رکھ لو اور اس غریب انسان کو تھوڑی سی جنس دے دو۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اعرابی کو ساتھ لے کر یہودی کے پاس پہنچے اور اس سے تمام کیفیت بیان کی۔ وہ حیران رہ گیا اور پکار اٹھا۔ ''خدا کی قسم یہ وہی لوگ ہیں جن کی خبر توریت میں دی گئی ہے۔ اے سلمان! گواہ رہنا کہ میں فاطمہ کے باپ پر ایمان لایا۔''

اس کے بعد کچھ غلہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیا اور چادر بھی حضرت فاطمہ کو واپس بھیج دی۔ سیدہ نے اپنے ہاتھ سے اناج پیسا اور جلدی سے اعرابی کے لئے روٹی پکا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دی۔ انہوں نے کہا: اس میں سے کچھ بچوں کیلئے رکھ لیجئے۔

فرمایا: سلمان! جو چیز خدا کی راہ میں دے چکی، وہ میرے بچوں کے لئے جائز نہیں۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روٹی لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے وہ روٹی اعرابی کو دی، پھر فاطمۃ الزہراء کے گھر تشریف لے گئے ان کے سر پر اپنا دستِ شفقت پھیرا اور آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کی:

''الٰہی! فاطمہ تیری کنیز ہے، اس سے راضی رہنا''۔

آقا کریم ﷺ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تربیت کا خوبصورت انداز

دنیا کی زیب وزینت نبی اقدس ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے اور آپ ﷺ

کے گھروں میں کسی قسم کے ٹھاٹھ باٹھ کی چیزیں نہیں ہوتی تھیں اور آپ ﷺ اپنی اولاد شریف کے متعلق بھی دنیاوی زیب وزینت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو طعام کی دعوت دی اور آپ ﷺ تشریف لائے۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک منقش پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر کئی قسم کی تصویریں اور نقوش وغیرہ بنے ہوئے تھے۔آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہیں لائے اور یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ واپس ہوئے۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل پڑی اور عرض کی یا رسول اللہ ! آپ ﷺ کس وجہ سے واپس تشریف لے جارہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پیغمبر کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسے مکان میں داخل ہو جو مزین اور منقش بنایا گیا ہو۔

عن سفينة ان رجلا ضاف على بن ابى طالب فصنع له طعاما فقالت فاطمة لودعونا رسول الله ﷺ فاكل معنا فدعوه فجاء فوضع يديه على عضادتى الباب فراى القرام قد ضرب فى ناحية البيت فرجع قالت فاطمة فتبعته فقلت يا رسول الله ماردك قال انه ليس لى او لنبى ان يدخل بيتا مزوقا۔رواه احمد وابن ماجة۔

(مشكوة باب الوليمة الفصل الثانى ص:۲۷۸)

واقعہ ہذا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں دنیوی زیب وزینت کی کوئی وقعت نہیں بلکہ اس سے نفرت تھی۔نیز یہ معلوم ہوا کہ جس مقام میں کوئی غیر شرعی اَمر پایا جائے وہاں کی دعوت میں شامل ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

آقا کریم ﷺ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گفتگو کا محبت بھرا انداز

وصال نبوی سے کچھ دن پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خبر گیری کے لئے تشریف لائیں۔ اس وقت نبی اقدس ﷺ کی اولاد میں سے صرف ایک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی زندہ موجود تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آقا کریم ﷺ کی تمام اولاد وصال فرما چکی تھی۔

آپ ﷺ نے نہایت شفقت سے انہیں اپنے پاس بٹھایا اور ان کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی جسے سُن کر وہ رونے لگیں، پھر آپ نے کوئی اور بات ان کے کان میں کہی جسے سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ جب چلنے لگیں تو حضرت عائشہ نے ان سے پوچھا: فاطمہ! تیرے رونے اور ہنسنے کا کیا بھید تھا؟۔

سیدہ نے فرمایا: جو بات ابا جان نے اخفا میں رکھی ہے، میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔

نبی اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس روز کے واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ انہوں نے فرمایا: پہلی دفعہ ابا جان نے فرمایا تھا کہ اس سے پہلے جبریل امین سال میں ہمیشہ ایک بار قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، اس سال خلافِ معمول دو بار کیا ہے۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس پر میں رونے لگی۔

پھر آپ نے فرمایا تھا کہ تم اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی اور تم جنت

کی عورتوں کی سردار ہوگی۔ اس سے مجھے خوشی ہوئی اور میں ہنسنے لگی۔

رحلت سے قبل جب نبی اکرم ﷺ پر بار بار غشی طاری ہونے لگی تو حضرت فاطمہ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ فرمایا: واکرب اباہ، ہائے میرے باپ کی بے چینی۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ آج کے بعد کبھی بے چین نہیں ہوگا۔ پھر اسی دن آقا کریم ﷺ کا وصال مبارہوگیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کے کفن دفن اور جنازہ کے مراحل گزرے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں دفن ہوئے، آپ ﷺ کے دفن کے بعد حضرات صحابہ واپس ہوئے، خادم رسول اللہ ﷺ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دریافت فرمانے لگیں اور ازراہِ تحسر وافسوس سوال کیا کہ:

یاانس! اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ ﷺ التراب۔
(بخاری شریف)

یعنی اے انس! آپ ﷺ کے جسم مبارک پر مٹی ڈالنا تم لوگوں کو کس طرح اچھا معلوم ہوا۔؟ اور کس طرح تم نے آپ ﷺ پر مٹی ڈالنا گوارا کرلیا۔

وصال نبوی کے بعد کا زمانہ

آپ ﷺ کی تجہیز وتکفین کے بعد صحابیات اور صحابہ کرام تعزیت کے لئے ان کے پاس آتے تھے لیکن ان کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔ تمام کتب سیرت متفق ہیں کہ سید عالم ﷺ کے وصال کے بعد کسی نے سیدہ فاطمۃ الزہراء کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مالی مطالبہ

نبی اقدس ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے بلا فصل خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے۔ آپ کے خلیفہ منتخب ہونے پر اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اتفاق کیا اور آپ خلیفہ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خلیفہ وقت ہی پنجگانہ نماز مسجد نبوی میں پڑھاتے اور مدینہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت ان کی اقتداء میں نماز پڑھتے۔ جمعہ اور دیگر اجتماعات بھی ان کے انتظام کے تحت منعقد ہوتے تھے اور امت کے مسائل اور تنازعات کے فیصلے بھی خلیفہ رسول کے فرمان کے مطابق ہوتے تھے۔

ان ایام میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے مال فَے کے متعلق ایک مالی حقوق کا مطالبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ فدک کی آمدن اسی مال فَئے میں سے تھی۔ اس مطالبہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ تھا کہ مال فَئے جس سے ہمیں عہد نبوی میں حصہ ملتا رہا ہے وہ مال اب ہمیں بطور میراث ملنا چاہئے۔

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی اقدس ﷺ نے فرمایا:

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ۔

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں۔ ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ (اور اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لیئے وقف ہوتا ہے۔)

البتہ مال فیئ سے جو حصہ نبی کریم ﷺ کے عہد میں آپ حضرات کو دیا جاتا تھا وہ بدستور جاری رہے گا۔

اس مطالبہ میراث کا تسلی بخش جواب حاصل ہونے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں اور پھر پوری زندگی آپ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ نہیں کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے جانا اور ایک بشارت کی خبر دینا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت خوشگوار تھا۔ اور ان حضرات کی باہمی کشیدگی نہیں تھی۔

مذکورہ بالا مطالبہ (مالی میراث) کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کچھ ملال نہیں رکھتی تھیں۔ اس کی تائید میں مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئیں، وہاں ان دونوں حضرات کی گفتگو ہوئی اسی دوران حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی خاص بشارت سنائی۔ وہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> نبی اقدس ﷺ نے میرے حق میں یہ بشارت دی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد اہل بیت میں پہلی شخصیت مَیں ہوں جو آپ ﷺ کے ساتھ لاحق ہوں گی۔

دخلت فاطمة علی ابی بکر فقالت اخبرنی رسول اللہ ﷺ انی

اول اهله لحوقا به۔

(مسند امام احمد تحت مسندات فاطمه بنت رسول الله ﷺ ۶/۲۸۳)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مرض الوفات اور ان کی تیمارداری

پہلے بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے کہ سردار دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں اور یہ ایام انہوں نے صبر و سکون کے ساتھ پورے کئے۔ علماء لکھتے ہیں ان کی عمر مبارک اٹھائیس یا انتیس برس کی تھی آپ ﷺ کی اولاد شریف بیٹے صغیر السن تھے آپ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لئے حضرت اسماء بنت عمیس جو امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں تشریف لاتیں اور خدمات سرانجام دیتی رہیں۔

اسماء بنت عمیس وہ خوش بخت خاتون ہیں جو قبل ازیں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رہیں ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی تھی۔ مگر جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان کے بعد ان کا نکاح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ وصال نبوی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ان کی تیمارداری میں حضرت اسماء بنت عمیس کا خصوصی حصہ تھا۔ اسماء رضی اللہ عنہا اس وقت خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، آپ کی وفات کے بعد حضرت اسماء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

شیعہ کی طرف سے تائید

ہمارے علماء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیماری اور حضرت اسماء بنت عمیس

کی تیمارداری کا تذکرہ اس مقام میں کیا ہے۔اس مسئلہ کو شیعہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آخری ایام میں تیمارداری کی خدمات سرانجام دیں۔شیخ طوسی نے اپنی تصنیف ''الامالی'' میں تصریح کردی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرتے تھے اور:

وتعينه على ذلك اسماء بنت عميس رحمها الله على استمرار بذلك۔

یعنی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے معاملہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی معاونت اور امداد کرتی تھیں اور یہ کام اسماء رضی اللہ عنہا نے آخری اوقات تک سرانجام دیا۔

(کتاب الامالی تحت الجزء الرابع للشیخ محمد بن حسن الطوسی ۱۰۷/۱)

شیخین کی طرف سے سیدہ فاطمہ کی بیمار پرسی

شیعہ کے متقدمین علماء میں سے مشہور ومعروف عالم سلیم بن قیس نے اپنی تصنیف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں پانچوں نمازیں (باجماعت) ادا فرمایا کرتے تھے۔(یہ خلافت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور ہے)

ایک روز جب آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ چکے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا کیا حال ہے؟ اور مزاج کی کیا کیفیت ہے؟

وكان يصلى فى المسجد الصلوات الخمس فلما صلّى قال له ابوبكر وعمر كيف بنت رسول الله ﷺ۔

(کتاب سلیم بن قیس ص: ۲۲۴،۲۵)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال

آقا کریم ﷺ کی جدائی کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوا۔ وہ ہر وقت غمگین و دل گرفتہ رہنے لگیں اور آپ ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہی ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو ۲۹ سال کی عمر میں عازم فردوس بریں ہو گئیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سن وفات اور ان کی عمر کی تعیین میں سیرت نگاروں نے متعدد اقوال لکھے ہیں ہم نے یہاں مشہور قول کے مطابق تاریخ انتقال اور مدت عمر درج کی ہے۔

(البداية والنهاية تحت حالات ۱۱ هجری ۶/۳۳۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بلاواسطہ آخری اولاد تھیں جن کا انتقال اب ہوا۔ ان کے بعد آپ ﷺ کی کوئی بلاواسطہ اولاد باقی نہ رہی اور سردارِ دوجہاں ﷺ کی جو ایک نشانی باقی رہ گئی تھی وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال اور ارتحال خصوصاً اس وقت کے اہل اسلام کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ مدینہ منورہ میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے ان کے غم والم کی انتہا نہ رہی اور ان کی پریشانی حد سے متجاوز ہو گئی۔ تمام اہل مدینہ اس صدمہ سے متاثر تھے خصوصاً مدینہ طیبہ میں موجود صحابہ کرام اس صدمہ کبریٰ کی وجہ سے نہایت اندوہ گیں تھے اور صحابہ کرام کا اندوہ گیں ہونا اس وجہ سے بھی

نہایت اہم تھا کہ ان کے محبوب کریم ﷺ کی بلاواسطہ اولاد کی نسبی نشانی اختتام پذیر ہوگئی تھی ۔اب صرف آپ ﷺ کی ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) آپ ﷺ کی نشانی باقی رہ گئیں تھیں ان حالات میں سب حضرات کی خواہش تھی کہ ہم اپنے نبی اقدس ﷺ کی پیاری صاحبزادی کے جنازہ میں شامل ہوں اوراس سعادت عظمیٰ سے بہرہ اندوز ہوں۔حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا بعداز مغرب اور قبل العشاء انتقال ہونا علماء نے ذکر کیا ہے،اس مختصر وقت میں جو حضرات موجود تھے وہ سب جمع ہوئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا غسل اور اسماء بنت عمیس کی خدمات

وفات سے پہلے حضرت اسماء بنت عمیس کو بلا کر فرمایا: میرا جنازہ لے جاتے ہوئے اور تدفین کے وقت پردہ کا پورا لحاظ رکھنا،خود ہی غسل دینا اور سوائے میرے شوہر کے میرے غسل میں کسی سے مدد نہ لینا۔تدفین کے وقت بھی زیادہ ہجوم نہ ہونے دینا۔

چنانچہ حسب وصیت حضرت اسماء بنت عمیس نے آپ رضی اللہ عنہا کے غسل کا انتظام کیا ان کے ساتھ غسل کی معاونت میں بعض اور بیبیاں بھی شامل تھیں مثلاً نبی کریم ﷺ کے غلام ابورافع کی بیوی سلمی اورام ایمن وغیرہا۔حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس سارے انتظام کی نگرانی کرنے والے تھے۔

(اسدالغابۃ تحت سلمی امراۃ ابی رافع ۵/۴۷۸)

اس موقع پر حضرت اسماء نے سیدہ کی خدمت میں عرض کیا: میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت بنالیتے ہیں اوراس پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

پھر انہوں نے کھجور کی چند شاخیں منگوائیں اور انہیں جوڑ کے اور پھر ان پر کپڑا تان کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھایا، انہوں نے اسے پسند فرمایا۔ چنانچہ وفات کے بعد ان کا جنازہ اسی طریقہ سے اٹھایا گیا۔ جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا کیونکہ سیدہ کی وفات رات کے وقت ہوئی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کر دیا تھا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ اور شیخین کی شمولیت

غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازہ کا مرحلہ پیش آیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام جو اس موقع پر موجود تھے تشریف لائے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر نے فرمایا کہ آگے تشریف لا کر جنازہ پڑھائیں۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ ﷺ ہیں جناب کی موجودگی میں مَیں جنازہ پڑھانے کے لئے پیش قدمی نہیں کر سکتا، نماز جنازہ پڑھانا آپ کا ہی حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا چار تکبیر کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔ باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں نمازِ جنازہ ادا کی۔

یہ چیز متعدد مصنفین نے اپنی تصانیف میں باحوالہ ذکر کی ہے چند ایک عبارتیں اہل علم کی تسلی خاطر کے لئے بعینہٖ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

۱......عن حماد عن ابراهيم قال صلى ابوبكر الصديق على فاطمة بنت رسول الله ﷺ فكبر عليها اربعا۔

یعنی ابراہیم (النخعی) فرماتے ہیں: کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا جنازہ پڑھایا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔

(طبقات ابن سعد تحت تذکرہ فاطمہ۱۹/۸)

۲......عن جعفر بن محمد عن ابيه قال ماتت فاطمة بنت النبى ﷺ فجاء ابوبكر وعمر ليصلوا فقال ابوبكر لعلى بن ابى طالب تقدم فقال ماكنت لاتقدم وانت خليفة رسول الله ﷺ فتقدم ابوبكر وصلّى عليها۔

(كنز العمال خط فى رواة مالك تحت فضل الصديق مسندات على باب فضائل الصحابة۳۱۸/۶)

یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ذکر فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں تشریف لائے تاکہ جنازہ کی نماز پڑھیں، تو ابوبکر رضی للہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ آگے ہو کر نماز پڑھایئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ خلیفۂ رسول اللہ ہیں مَیں آگے نہیں ہوتا، پس ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے تشریف لائے اور حضرت فاطمۃ الزہراء کا جنازہ پڑھایا۔

۳......اس مقام میں ایک تیسری روایت بھی درج کرنا مناسب ہے جو محبّ الطبری نے اپنی کتاب ''ریاض النضرۃ'' میں ذکر کی ہے:

عن مالك عن جعفر بن محمدعن ابيه عن جده على بن حسين قال ماتت فاطمة بين المغرب والعشاء فحضرها ابوبكر وعمر

وعثمان والزبير وعبدالرحمان بن عوف فلما وضعت ليصلي
عليها قال علي تقدم ياابابكر قال وانت شاهد يا ابا الحسن ؟
قال نعم ! تقدم فوالله لايصلي عليها غيرك فيصلي عليها
ابوبكر رضي الله عنهم اجمعين ودفنت ليلاً خرجه البصري
وخرجه ابن السمان في الموافقه۔

(رياض النضرة لمحب الطبري تحت باب وفات الفاطمة ١٥٦/١)

یعنی جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراء کی وفات ہوئی (ان کی وفات پر) حضرت ابوبکر اور عمر اور عثمان اور زبیر اور عبدالرحمان بن عوف تشریف لائے (رضوان اللہ علیہم اجمعین۔) جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جنازہ سامنے رکھا گیا تو علی المرتضیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ نماز پڑھانے کے لئے آگے تشریف لائیے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن کیا آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ آگے تشریف لائیے ، اللہ کی قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہ پر جنازہ نہیں پڑھائے گا۔پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی، اور رات کو ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دفن کر دیا گیا۔

۴......طبقات ابن سعد میں ہے:

عن الشعبي قال صلي عليها ابوبكر رضي الله عنه وعنها۔

یعنی شعبی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء کی نمازِ جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

(طبقات ابن سعد تحت ذكر فاطمه ١٩/٨)

دفن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

صلوٰۃ جنازہ کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو عام روایات کے مطابق رات کو ہی جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اور حضرت علی المرتضٰی، حضرت عباس، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

(الاصابۃ تذکرہ فاطمہ ۳۹۸/۴)

اولاد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہراء تھیں۔ حضرت فاطمہ کی حیات تک حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔

یہ محض سرور دو عالم ﷺ کی صاحبزادیوں کے احترام کی بنا پر تھا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی دیگر صاحبزادیوں کے داماد حضرات یعنی حضرت ابوالعاص و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بھی یہی احترام ملحوظ رکھا تھا جیسا کہ سابقاً ذکر کیا گیا۔

علماء نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی اولاد مندرجہ ذیل ذکر کی ہے:

ایک صاحبزادہ سیدنا حسن دوسرا صاحبزادہ سیدنا حضرت حسین ،اور تیسرا صاحبزادہ حضرت محسن ، رضی اللہ عنہم تھے۔ اور حضرت محسن صغیر سنی میں ہی فوت ہو گئے ۔نسب قریش میں لکھا ہے کہ حضرت حسن کی ولادت نصف رمضان

المبارک ۳ ہجری میں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت پانچ شعبان المعظم ۴ ہجری میں ہوئی تھی۔

(نسب قریش تحت اولاد فاطمه ۲۵/۲۴)

حضرت فاطمۃ الزہراء سے دو صاجزادیاں ہوئی ہیں۔ایک حضرت زینب بنت علی اور دوسری ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہن۔

بعض علماء نے ایک تیسری صاجزادی حضرت رقیہ کا بھی ذکر کیا ہے مگر مشہور روایات کے اعتبار سے آپ کی صرف دو صاجزادیاں ہی تھیں اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اپنی صاجزادیوں کے نام اپنی بہنوں کے اسماء کے موافق منتخب فرمائے تاکہ خواہراں کی یاد اپنے گھر میں تازہ رہے۔

حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کا نکاح سیدنا حضرت عمر بن خطاب سے ۱۷ ہجری میں ہوا تھا اور حضرت زینب بنت علی کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔

(نسب قریش تحت اولاد فاطمه ص:۲۵)

مرویات سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے کتب احادیث میں اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں۔ان کے رواۃ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ جیسی جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں

علامہ اقبال کا نذرانہ عقیدت

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول
بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودے چادرِ خود را فروخت

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان ولب قرآں سرا
گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامانِ نماز

تسلیم ورضا کی کھیتی کا حاصل بتول ہیں
اور ماؤں کے لئے کامل نمونہ بتول ہیں

رشتۂ آئینے حق زنجیر پا است
پاسِ فرمانِ جناب مصطفیٰ است
ورنہ گرد تربتش گردید مے
سجدہا برخاک او پاشید مے

ایک محتاج کے لئے ایسی دلسوزی فرمائی کہ اپنی چادر ایک یہودی پر بیچ دی۔
وہ صبر ورضا کی ادب پرورده جو ہاتھوں سے چکی چلاتی تھیں اور لبوں پر قرآن

ہوتا تھا۔ راتوں کو سرہانے سے بے نیاز ہو جاتی تھیں۔ روتی تھیں اور نماز کے دامن پر اشکوں کے موتی بکھیرتی تھیں۔

علامہ اقبال نے مسلمان عورت کو بھی سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی تقلید کا مشورہ دیتے ہوئے کہا ہے:

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

تو بھی بتول کی طرح بن اور زمانے کی نگاہوں سے چھپ کر رہ، تا کہ تیری آغوش میں بھی کوئی شبیر جیسی ہستی آئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اعلیٰ حضرت کا نذرانۂ عقیدت

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی بارگاہ میں یوں گلہائے عقیدت نچھاور کیئے ہیں:

اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ ، زاہرہ ، طیبہ ، طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

رضی اللہ تعالی عنہا

☆☆☆..............☆☆☆..............☆☆☆

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور، تحقیقات وتخیصات اسلامیہ کا منفرد ادارہ

اکیسویں صدی میں داخل ادوارِ زندگی کے تیز رفتار تنوعات، سائنسی، سماجی، سیاسی اور معاشی خیرہ کن تغیرات کا اہم تقاضہ ہے کہ تعلیمات اسلام کی توضیح وتشریح ایسی مجتہدانہ بصیرت سے کی جائے جو فرقہ ورانہ تعصّبات، متصوفانہ فکری جمود، انتہا پسندی گنجلک اور بے معنی تاویلات سے یکسر ومبرا ہو۔ تا آنکہ تفقہ فی الدین کا منہاج واضح اور اسوۂ حسنہ وروایت اسلاف کی روح کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کی راہ ہموار ہو۔ انسانیت محض تن پروری کی کشمکش اور جلب زر کی ہوس سے نکل کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکے۔

تسلیم ہے یہ امر! ہمارا ماضی ایسے بہت سے مراکز وشخصیات کی بامعنی کاوشوں سے معمور ہے۔ دور حاضر میں بھی اس جہد مسلسل کا تسلسل جاری ہے۔ ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور ان کی قدر ومنزلت سے پورے طور پر شناسا اور ان کی سعی کو مبرور جانتا ہے تاہم ادار کو اپنے حصے کا کام کرنا ہے اور بہت ہی جانفشانی سے کرنا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور اپنی تمام تحقیقات وتخیصات کے دائرہ کا تعین چار ادلۂ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع امت اور قیاس کے تناظر میں کرے گا۔ چنانچہ ہر مسئلے کی تحقیق اور مستقبل میں پیش آمدہ امور کی تشخیص انہی ادلۂ شرعیہ کے پس منظر میں کی جائے گی۔ ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور اس ضمن میں جامد الفکر لوگوں کی بجائے کشادہ ذہن، روایت سلف کے امین اور عصر حاضر کے تقاضوں کا صحیح ادارک رکھنے والے جید علماء اور اہل تحقیق کی ہر ممکن خدمات حاصل کرنے کے ساتھ اپنے تربیتی کیمپ میں ایسے افراد کی جماعت تیار کرے گا جو تحقیق وتدقیق کے اس عظیم مشن سے وفاداری کرتے ہوئے اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں امت کی راہنمائی کا فریضہ انجام دے گی۔ اس گراں قدر مقصد کے حصول کے لئے ادارہ کی ترجیحات درج ذیل ہیں۔

جدید وقدیم علوم پر مشتمل بین الاقوامی معیار کی ڈیجیٹل لائبریری   مجلس تحقیق وتدوین   مجلس کلیۃ الشریعہ   الحسنین آڈیٹوریم

تعلیمی نظم وانداز تربیت

ادارہ مقتضائے حال کے مطابق طویل المدت سلسلہ درس وتدریس کی بجائے بامقصد تربیتی کورسز، سیمنارز، بین المذاہب مذاکرہ کا اہتمام کرے گا۔

اشاعتی نظم

ادارہ وحدتِ اسلامیہ لاہور اپنی کثیر المقاصد سرگرمیوں کی اشاعت کے لئے موقع کی مناسبت سے دنیا کی ہر زبان کو اختیار کر سکتا ہے تاہم اپنی قومی زبان اردو، دینی زبان عربی اور بین الاقوامی زبان انگریزی کو ترجیحاً اظہار خیال کا ذریعہ بنائے گا۔ چنانچہ یہاں سے ہفتہ وار یا ماہانہ بنیادوں پر شائع ہونے والے مجلّہ جات یا دیگر تصنیفات وتالیفات اور تراجم اپنی زبانوں میں اشاعت پذیر ہوں گے نیز ویب سائیٹس، آڈیو کیسٹس، سی ڈیز وغیرہ کو بھی اظہار خیال کا ذریعہ بنائے گا۔ ادارہ اپنے اشاعتی کام میں تحقیقی وتدوینی کام کے علاوہ خصوصاً

قرآن کریم کی منفرد تفسیر   سیرت رسول اللہ   الہامی صحائف   احادیث وآثار صحابہ   تقابل ادیان

بین المسالک اختلافی مسائل کی صحیح تشخیص وحل قضاء اور تبلیغ جیسے اہم مسائل، معاملات کے علاوہ ختم نبوت، اسلام اور جدید سائنس، فقہ واجتہاد اور اتحاد امت کو بطور خاص اپنا عنوان بنائے گا۔ نیز ان مقاصد کے حصول کے لئے ادارہ دنیا بھر کی مختلف زبانوں کی تعلیم وتعلّم کا معقول بندوبست کرے گا۔

ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور کی ان بامعنی سرگرمیوں کو بار آور بنانے کے لئے اہل ثروت ومحبت سے خصوصی گزارش ہے کہ ہمارے کندھے سے کندھا ملا کر اپنی پُر خلوص مشاورت، معاونت سے نوازیں اور قوم کی فلاح کے لئے ہمارے ہمقدم ہوں۔

شعبہ نشر واشاعت

ادارہ وحدت اسلامیہ لاہور پاکستان

سید گارڈن نزد سگیاں چوک شرقپور روڈ لاہور

0300-4645200 0346-4005060

E-mail:khadimazhari@yahoo.com